e-paper www.avadhnama.com
Postal Registration No. GPOLW/MP-50/2012-14 • RNI No. UPURD/2001/6110
LUCKNOW
روزنامہ
اودھ نامہ
avadhnama
Rs.3/- Vol- 25 , Issue, 314 Saturday , August 15 2026 Pages -8
قیمت ۳/روپیہ جلد نمبر(۲۵) شمارہ نمبر(۳۱۴) لکھنؤ، بروز ہفتہ ۱۵-اگست ۲۰۲۶ء مطابق یکم-ربیع الاول-۱۴۴۸ھ صفحات-۸

طلبہ ہندوستان کے مستقبل کے معمار ہیں: صدرِ جمہوریہ

نکسلی انتہاپسندی کا خاتمہ بڑی کامیابی، متاثرہ علاقوں میں اب بندوق نہیں، ترقی کی بازگشت، دروپدی مرمو کا قوم سے خطاب

نئی دہلی، (یو این آئی) صدرِ جمہوریہ دروپدی مرمو نے کہا ہے کہ ملک کی کل آبادی کا 65 فیصد حصہ 35 سال سے کم عمر کا ہے اور یہ نوجوان آبادی ہندستان کی سب سے قیمتی دولت نیز ملک کے سنہرے مستقبل کا بھروسہ ہے۔ مرمو نے یومِ آزادی کے موقع پر جمعہ کے روز قوم کے نام اپنے خطاب میں کہا کہ ہندستان کے نوجوان باصلاحیت، پرعزم اور ہنرمند ہیں۔ زمینی سطح پر نوجوانوں کے ذریعے مختلف مسائل کے نکالے گئے نئے اور عملی حل معاشرے اور ملک کے تئیں ان عہد بستگی کو ظاہر کرتے ہیں اور ملک کے سنہرے مستقبل کے تئیں اعتماد کو مزید مضبوط کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ صرف 28 سال کی اوسط عمر والی نوجوان ٹیم نے حال ہی میں راکٹ کی کامیاب پرواز کر کے خلائی تحقیق کے ایک نئے مرحلے کا آغاز کیا ہے۔ متعدد نوجوان خود روزگار کا راستہ اپنا کر دوسروں کو روزگار دینے کے کلچر کو آگے بڑھا رہے ہیں اور نوجوان صنعت کاروں کی شرکت سے ملک میں مضبوط اسٹارٹ اپ ایکو سسٹم تیار ہوا ہے۔ صدرِ جمہوریہ نے کہا کہ دنیا کے بڑے ادارے ہندستان کے نوجوانوں کی صلاحیت اور لگن سے متاثر ہیں اور انہیں قیادت کے عہدوں پر مقرر کر رہے ہیں۔ ایسے نوجوانوں نے عالمی برادری میں ہندستان کی نوجوان طاقت کی ساکھ بڑھائی ہے اور ہندستان کی نوجوان نسل کی یہ صلاحیت ملک کے سنہرے مستقبل کے تئیں ان کے اعتماد کو مزید مضبوط کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ طلبہ ہندستان کے معمار ہیں اور ان کے حال اور مستقبل کے تحفظ کے لیے تمام لوگوں کی مشترکہ کوششیں ضروری ہیں۔ پبلک امتحانات طلبہ کے لیے مواقع کے دروازے کھولتے ہیں، اس لیے حکومت امتحان کے نظام میں اصلاحات کے لیے جامع اقدامات کر رہی ہے، تاکہ ناجائز ذرائع پر مکمل طور پر بندش لگے اور امتحانی نظام مزید شفاف، محفوظ اور قابلِ اعتماد بن سکے۔ مہ مرمو نے کہا کہ حکومت کی کوششوں اور نئی معاشی سرگرمیوں سے نوجوانوں کے لیے متعدد نئے مواقع پیدا ہو رہے ہیں۔ نوجوانوں کی جسمانی اور ذہنی صحت کو ملک کے مستقبل کی بنیاد بتاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ خاندان اور معاشرے کی بھی ذمہ داری ہے کہ نوجوان جوش و خروش کے ساتھ آگے بڑھتے رہیں۔

مرمو نے کہا ہے کہ ہندستان کو نکسلی انتہاپسندی سے پاک بنانا ملک کی ایک بڑی کامیابی ہے اور اس کی وجہ سے نکسل متاثرہ علاقوں میں جوش و خروش کا ماحول ہے، جس سے اب وہاں ہمہ گیر ترقی ہو رہی ہے۔ مرمو نے یومِ آزادی کے موقع پر آج قوم کے نام اپنے پیغام میں کہا کہ دہائیوں سے نکسلی انتہاپسندی ملک کے لیے ایک سنگین چیلنج بنا ہوا تھا اور نکسلی انتہاپسندی کے خاتمے کے بعد اب نکسل متاثرہ علاقوں میں تبدیلی کی ہوا صاف طور پر دکھائی دے رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نکسل متاثرہ علاقوں میں اب طرح طرح کے عوامی پروگرام ہو رہے ہیں، جن میں لوگوں کا ہجوم امڑتا ہے۔ اس سلسلے میں بستر اولمپکس کا انعقاد ہوا، جس میں کھلاڑیوں نے اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا، بستر پنڈوم کا انعقاد ہوا، جس میں بڑی تعداد میں فنکار پہنچے اور ان پروگراموں میں شائقین نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ ان کا کہنا تھا کہ ان پروگراموں میں جو جوش و خروش دکھائی دے رہا ہے، وہ ان علاقوں میں آئی مثبت تبدیلی اور نئے جوش و جذبے کی علامت ہے۔ صدرِ جمہوریہ نے کہا کہ ہندستان سچائی اور انصاف کے حق میں نیز انسانیت دشمن طاقتوں پر فتح حاصل کرنے کی اپنی روایت پر فخر کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ 26 جولائی کو ملک نے کارگل وجے دیوس منایا اور سات مئی کو آپریشن سندور کے آغاز کا ایک سال مکمل ہونے پر ہندستانی افواج کی بے مثال شجاعت کو یاد کیا۔

مرمو نے بیٹیوں کو ہندستان کی ترقی کی مضبوط بنیاد بتاتے ہوئے کہا ہے کہ تعلیم سے لے کر زراعت، دفاع، کھیل نیز صنعت کاری جیسے مختلف شعبوں میں خواتین کی بڑھتی ہوئی شرکت ملک کی پیش رفت اور بااختیاری کی تصویر پیش کر رہی ہے۔ مرمو نے یومِ آزادی کے موقع پر جمعہ کے روز قوم کے نام اپنے پیغام میں کہا کہ تعلیم کے شعبے میں بیٹیاں بااثر کارکردگی کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ زرعی پیداواری صلاحیت کو بڑھانے میں تعاون دینے والی ڈرون دیدی سے لے کر فضائیہ میں فائٹر کمبیٹ لیڈر بننے تک خواتین کی شرکت مسلسل بڑھ رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حال ہی میں گلاسگو میں منعقدہ کامن ویلتھ گیمز میں ہندستان نے کل 13 سونا (گولڈ میڈل) جیتے، جن میں آٹھ گولڈ میڈل بیٹیوں نے حاصل کیے۔ خواتین کی معاشی خود انحصاری بھی بڑھ رہی ہے۔ سیلف ہیلپ گروپس میں 10 کروڑ سے زیادہ خواتین ممبر ہیں۔ صدرِ جمہوریہ نے کہا کہ تین کروڑ خواتین کو لکھ پتی دیدی بنانے کا ہدف حاصل کیا جا چکا ہے اور اب ملک تین کروڑ خواتین کو نئی لکھ پتی دیدی بنانے کے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔

صدر جمہوریہ دروپدی مرمو نے جمعہ کو کہا کہ حکومت امتحانی نظام میں اصلاحات اور سرکاری امتحانات میں ناجائز ذرائع کے استعمال پر روک لگانے کے لیے جامع اقدامات کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان اصلاحات کا مقصد طلبہ اور نوجوانوں کے لیے امتحانات کو مزید شفاف، محفوظ اور قابلِ اعتماد بنانا ہے۔

آزادی کے بعد پہلی بار مردم شماری میں ذات پوچھی جائے گی

کووڈ ویکسین کہاں لگوائی، کتنے بینک اکاؤنٹس ہیں سمیت 40 سوالات، نوٹیفکیشن جاری

نئی دہلی۔ (ایجنسی) مرکزی حکومت نے مردم شماری 2027 کے لیے 40 سوالات کی فہرست جاری کی ہے۔ اس میں لوگوں سے ان کے ایس سی، ایس ٹی، یا دیگر ذاتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آزادی کے بعد یہ پہلا موقع ہوگا کہ مردم شماری میں تمام برادریوں کی ذات کی معلومات درج کی جائیں گی۔ اس سے قبل 2011 کی مردم شماری کے فارم میں 29 سوالات تھے۔ اس میں ذات سے متعلق معلومات کے لیے صرف ایس سی، ایس ٹی کو اختیار تھا۔ مردم شماری 2027 کے سوالات کی فہرست میں، ذات سے متعلق سوال نمبر 10 پر ہے، جس میں ایس سی، ایس ٹی کے ساتھ ذات کا لفظ بھی شامل کیا گیا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ لوگوں سے یہ بھی پوچھا جائے گا کہ انہیں کووڈ ویکسین کہاں سے ملی۔ اس کے ساتھ موبائل نمبر، آدھار، ووٹر آئی ڈی اور بینک اکاؤنٹ سے متعلق سوالات بھی ہوں گے۔ واضح رہے کہ 1931 کے بعد پہلی جامع ذات پر مبنی مردم شماری ہوگی۔ خاص بات یہ ہے کہ 'مردم شماری 2027' ہندوستان کی پہلی مکمل طور پر ڈیجیٹل مردم شماری بھی ہوگی۔

تقسیم کے المیے سے سبق لے کر مضبوط ہندوستان کی تعمیر کا عزم کریں: سی ایم یوگی

لکھنؤ (یو این آئی) اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ نے جمعہ کو کہا کہ سال 1947 میں ملک کی تقسیم انسانیت کی تاریخ کے سیاہ ترین ابواب میں سے ایک تھی اور اس سانحے سے سبق لیتے ہوئے ہر شہری کو مضبوط، محفوظ، خوشحال، آتم نربھر اور ترقی یافتہ ہندستان کی تعمیر کا عزم کرنا چاہیے۔ تقسیم کی المیے کی یاد کے دن کے موقع پر لوک بھون میں منعقدہ پروگرام میں یوگی نے کہا کہ تقسیم صرف زمین کی تقسیم نہیں تھی بلکہ لاکھوں خاندانوں کی تکلیف، نقل مکانی اور تشدد کی تاریخ تھی۔ کروڑوں لوگوں کو اپنی مادرِ وطن سے بے گھر ہونا پڑا اور بڑی تعداد میں ہندو، سکھ، بدھ اور جین سماج کے لوگوں کو تشدد اور قتل عام کا سامنا کرنا پڑا۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ تاریخ کو صرف کتابوں اور امتحان کے نصاب تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ نئی نسل کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ تقسیم کے حالات کیوں پیدا ہوئے اور اس کی قیمت بے گناہ شہریوں کو کیوں چکانی پڑی۔ انہوں نے کہا کہ ہندستان میں طاقت، دانش اور دولت کی کبھی کمی نہیں رہی، لیکن اندرونی تقسیم اور باہمی اختلافات نے ملک کو کمزور کیا۔ ذات، زبان اور خطے کی شناخت اپنی جگہ ہو سکتی ہے، لیکن سب سے بڑی شناخت ہندستانی ہونے کی ہونی چاہیے۔ یوگی نے شہریت ترمیمی قانون کے بارے میں اپوزیشن پر غلط فہمیاں پھیلانے کا الزام لگاتے ہوئے کہا کہ اس کے تحت مذہبی ظلم و ستم کے باعث پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان سے ہندستان آنے والی اقلیتی برادریوں کو شہریت دینے کی گنجائش ہے۔ انہوں نے کہا کہ اتر پردیش میں قانون کی مخالفت کے نام پر بدامنی پھیلانے کی کوششیں کی گئیں، لیکن مضبوط نظم و نسق کی وجہ سے صورت حال کو قابو سے باہر نہیں ہونے دیا گیا۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ پیلی بھیت اور لکھیم پور کھیری میں بے گھر خاندانوں کی دستاویزات درست کر کے انہیں شہریت اور زمین سے متعلق کاغذات فراہم کیے گئے ہیں۔ انہوں نے کانگریس پر دشمن املاک کے معاملے میں بے گھر افراد کے مفادات کو نظر انداز کرنے کا الزام لگایا۔۔

ساورکر پر تبصرے کے معاملے میں راہل گاندھی کو سپریم کورٹ سے راحت

نئی دہلی، (یو این آئی) سپریم کورٹ نے ونایک دامودر ساورکر کے خلاف اپوزیشن رہنما راہل گاندھی کے بیان سے متعلق سمن اور فوجداری شکایت جمعہ کو خارج کر دی۔ شکایت کنندہ نے الزام لگایا تھا کہ راہل گاندھی کے ساورکر سے متعلق بیانات کا مقصد معاشرے میں نفرت پھیلانا تھا۔ عدالت نے یہ کارروائی اس بنیاد پر خارج کی کہ اتر پردیش حکومت نے ایک منتخب رکن پارلیمنٹ کے خلاف مقدمہ چلانے کے لیے ضروری پیشگی منظوری دیے جانے کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ جسٹس دیپانکر دتا اور جسٹس شیل ناگو کی بنچ نے سمن اور فوجداری شکایت خارج کرتے ہوئے کہا کہ اتر پردیش حکومت کی جانب سے داخل حلف نامے میں اس طرح کی منظوری کا کوئی ذکر نہیں ہے، اس لیے مجسٹریٹ کی جانب سے جاری کیے گئے احکامات منسوخ کیے جاتے ہیں۔ مسٹر راہل گاندھی کے خلاف لکھنؤ کی مجسٹریٹ عدالت میں اس بیان کو لے کر شکایت دائر کی گئی تھی جس میں انہوں نے ساورکر کو برطانوی حکمرانوں سے پینشن حاصل کرنے والا برطانوی حامی قرار دیا تھا۔

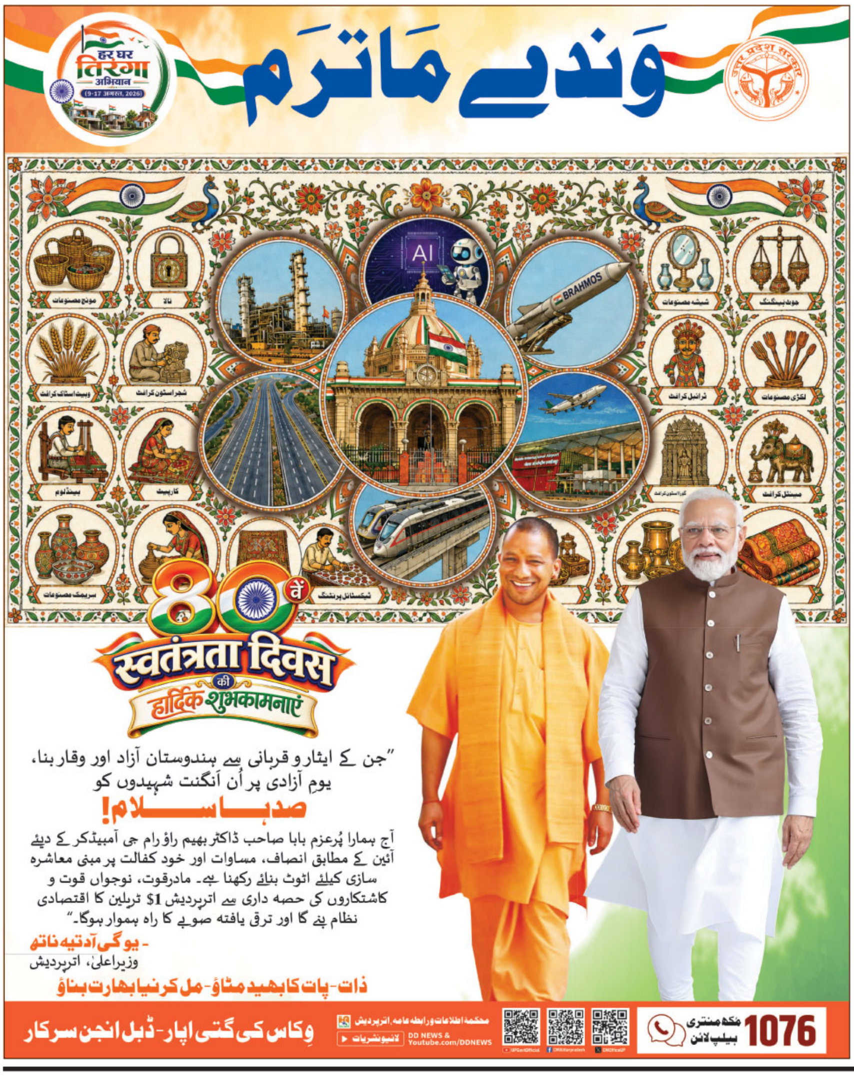

ایران جنگ میں امریکہ کے 45 ایم کیو-9 ریپر ڈرون تباہ ہوگئے

ایران جنگ: اب جوہری پروگرام نہیں بلکہ سستا تیل ترجیح، امریکہ

واشنگٹن:(ایجنسی) امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے جمعرات کو نامعلوم عہدیداروں کے حوالے سے رپورٹ کیا ہے کہ امریکہ نے ایران کے ساتھ کشیدگی کے دوران کم از کم 45 ایم کیو- 9 ریپر سرویلینس اور سٹرائک ڈرونز کھو دیے۔ واشنگٹن پوسٹ کے مطابق، تباہ اور گمشدہ ڈرونز کی یہ تعداد امریکی فوج کے کل بیڑے کا تقریباً 25 فیصد ہے، جس کی ممکنہ قیمت 3.1 بلین ڈالر ہوسکتی ہے۔ پوسٹ کے مطابق یہ نقصان امریکی ٹیکس دہندگان پر اضافی بوجھ کے مترادف ہے۔ اخبار نے ایک امریکی اہلکار کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ، ایسا نہیں ہے کہ تمام ریپر ڈرونز کو مار گرایا گیا بلکہ کچھ کمیونیکیشن لنک فیل ہونے کی وجہ سے کریش ہوگئے۔ امریکہ نے ریپر ڈرون کو 2007 میں شامل کیا تھا، اور یہ مشرق وسطیٰ اور افغانستان اور عراق جیسے تنازعات والے علاقوں میں امریکی انسداد دہشت گردی کی کارروائیوں میں کلیدی اثاثہ رہا ہے۔ عوامی بجٹ کے اعداد وشمار اور فوجی معلومات کے مطابق، جنگ شروع ہونے سے پہلے امریکی فوجی بیڑے میں تقریباً 185 ریپر ڈرون شامل تھے- جن میں سے 165 فضائیہ کے پاس اور 20 میرین کور کے پاس تھے۔ مئی میں، پینٹاگون میں ایئر فورس کے ایک سینئر اہلکار، لیفٹیننٹ جنرل ڈیوڈ تبور نے سینیٹ کو بتایا تھا کہ ڈرونز کی تعداد کم ہو کر 135 کے قریب رہ گئی ہے۔ اس وقت، تبور نے قانون سازوں کے سامنے ان نقصانات پر "تشویش" کا اظہار کیا تھا۔ انھوں نے کہا تھا کہ، فضائیہ اس بات پر غور کررہی ہے کہ اس نقصان کی فوری بھرپائی ہو۔

☆امریکی نائب صدر جے ڈی وینس نے کہا ہے کہ ایران کے خلاف جاری جنگ میں اب امریکہ کی اولین ترجیح تہران کے جوہری پروگرام کو روکنا نہیں بلکہ امریکی صارفین کے لیے پٹرول کی قیمتیں کم کرنا ہے۔ امریکی وزیر خزانہ اسکاٹ بیسنٹ نے بھی خبردار کیا ہے کہ تہران پر دباؤ بڑھانے اور اسے کمزور کرنے کے لیے نئی اقتصادی پابندیاں جلد ہی عائد کر دی جائیں گی۔ وینس اور بیسنٹ کے جمعرات کی شام دیے گئے ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آبنائے ہرمز کو بند کر کے ایران نے امریکہ کے خلاف اہم سفارتی اور اقتصادی دباؤ کی پوزیشن حاصل کر لی ہے۔ جے ڈی وینس نے فوکس نیوز کو بتایا کہ ایران کو جوہری ہتھیار حاصل کرنے سے روکنا، جسے صدر ڈونلڈ ٹرمپ مسلسل جنگ شروع کرنے کی بنیادی وجہ قرار دیتے رہے ہیں، اب تیل کی آزادانہ ترسیل کی بحالی اور کم قیمتوں کو یقینی بنانے کے مقابلے میں ثانوی ترجیح بن گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب جنگ کا مرکز آبنائے ہرمز پر کنٹرول بن گیا ہے، جو توانائی کی عالمی ترسیل کے لیے ایک انتہائی اہم راستہ ہے۔ جنگ شروع ہونے سے قبل یہ آبی گزرگاہ معمول کے مطابق کھلی ہوئی تھی۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی نے لکھا ہے کہ ایران نے جنگ کے جواب میں آبنائے ہرمز کو تقریباً مکمل طور پر بند کر دیا ہے، جس کے باعث اسے صدر ٹرمپ پر دباؤ ڈالنے کے لیے ایک اہم ذریعہ حاصل ہوگیا ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ جنگ سے نکلنے کا راستہ تلاش کر رہے ہیں جبکہ بڑے پیمانے پر دوبارہ حملے شروع کرنے سے بھی گریز کر رہے ہیں۔ اس وقت 80 سالہ امریکی صدر ٹرمپ کی مقبولیت میں تیزی سے کمی آرہی ہے، جبکہ ایران جنگ بھی امریکی عوام میں غیر مقبول ہوتی جارہی ہے۔ آئندہ نومبر میں وسط مدتی انتخابات ہونے والے ہیں اور ریپبلکن پارٹی کو خدشہ ہے کہ جنگ کے تسلسل اور پٹرول کی بڑھتی ہوئی قیمتیں کانگریس میں اس کی اکثریت ختم کر سکتی ہیں۔ وینس نے فوکس نیوز سے گفتگو میں کہا، "میں جانتا ہوں کہ آج تیل کی قیمت کم ہے اور جنگ کے ابتدائی دنوں کی بلند ترین سطح کے مقابلے میں کافی نیچے آچکی ہے۔ ہماری پہلی ترجیح یہی ہے کہ پورے ملک میں امریکیوں کے لیے تیل اور گیس سستے رہیں۔" انہوں نے مزید کہا، "اور ظاہر ہے، دوسری ترجیح یہ یقینی بنانا ہے کہ ایران کبھی جوہری ہتھیار حاصل نہ کرے۔" نائب صدر وینس ان امریکی عہدیداروں میں شامل رہے ہیں، جنہوں نے فروری کے اواخر میں ایران کے خلاف شروع کیے گئے

امریکہ اور اسرائیل کے فضائی حملوں کے بارے میں نسبتاً زیادہ محتاط رویہ اختیار کیا تھا۔ تاہم ان کے حالیہ بیانات اس بات کی تصدیق کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ امریکی صدر اب زیادہ محتاط حکمت عملی کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ اس حکمت عملی میں ایران پر شدید اقتصادی دباؤ برقرار رکھنا، اس کی بندرگاہوں کی ناکہ بندی کا تسلسل اور اسے تیل فروخت کرنے سے روکنا شامل ہیں۔ رپورٹوں کے مطابق جنگ شروع ہونے کے بعد سے امریکی فوج نے کئی ماہ کے دوران اربوں ڈالر مالیت کے جدید میزائل اور دیگر ہتھیار استعمال کیے ہیں، جس کے باعث اس کے ذخائر کم ہو رہے ہیں۔ ہتھیاروں کے محدود ہوتے ہوئے ذخائر بھی ٹرمپ کے لیے ایران کے خلاف دوبارہ بڑے پیمانے پر فوجی حملے شروع کرنے کے امکانات کو محدود کر سکتے ہیں۔ وینس نے مزید کہا کہ بعض اوقات امریکی توجہ توانائی کے شعبے پر ہوتی ہے تاکہ امریکی شہری تیل اور گیس کی قیمتیں برداشت کر سکیں، جبکہ بعض اوقات توجہ فوجی معاملات اور ایران کے جوہری پروگرام پر مرکوز ہوتی ہے۔ دریں اثنا امریکی وزیر خزانہ اسکاٹ بیسنٹ نے ایران کے خلاف مزید اقتصادی کارروائیوں کا اعلان کرتے ہوئے دھمکی دی ہے کہ تہران کو ایسی اقتصادی تنہائی کا سامنا کرنا پڑے گا "جیسی دنیا نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔" ان کے مطابق نئی پابندیوں اور اقدامات کا اعلان آئندہ ہفتے متوقع ہے۔

ٹرمپ اور نیتن یاہو کے تعلقات میں کشیدگی، کھلم کھلا اعلان سے گریز

واشنگٹن، 14 اگست (یو این آئی) اسرائیل کی سیاسی غیر یقینی صورتحال کے ساتھ ٹرمپ اور نیتن یاہو کے درمیان بڑھتی ہوئی کشیدگی نے بھی صورتحال کو مزید پیچیدہ کر دیا ہے۔ ایران کے خلاف جنگ شروع ہونے کے بعد سے دونوں رہنماؤں کے تعلقات میں کچھ تناؤ پیدا ہوا ہے۔ جنگ کے ابتدائی ہفتوں میں ٹرمپ کے بعض قریبی معاونین کو توقع تھی کہ وہ نیتن یاہو کی حمایت کریں گے۔ ٹرمپ نے عوامی طور پر نیتن یاہو کو معافی دینے کے لیے بھی دباؤ ڈالا تھا، جس سے ان کے خلاف بدعنوانی کا مقدمہ ختم ہوسکتا تھا۔ تاہم جنگ طویل ہونے کے ساتھ دونوں رہنماؤں کے خارجہ پالیسی کے مقاصد اور داخلی سیاسی مفادات میں اختلافات بڑھتے گئے۔ ایران کے علاوہ غزہ اور لبنان کے تنازعات پر بھی دونوں کے درمیان اختلافات سامنے آئے۔ دو سینئر امریکی عہدیداروں نے بتایا کہ ٹرمپ اب بھی ذاتی طور پر نیتن یاہو کو پسند کرتے ہیں، تاہم وہ ان کے فیصلوں اور پالیسیوں سے مایوس ہوچکے ہیں۔ ایکسیوس کے مطابق، حال ہی میں نیتن یاہو کے بارے میں ٹرمپ سے بات کرنے والے دو افراد نے بتایا کہ صدر نے کہا، "بی بی خود اپنا سب سے بڑا دشمن ہے۔" تازہ کشیدگی اس وقت پیدا ہوئی جب نیتن یاہو نے حماس کو غیر مسلح کرنے سے متعلق ٹرمپ کے "بورڈ آف پیس" منصوبے کو عوامی طور پر مسترد کر دیا۔ ایک سینئر امریکی عہدیدار نے کہا کہ وائٹ ہاؤس نے نیتن یاہو کے بیان کو زیادہ تر انتخابی سیاست کا حصہ سمجھا ہے، نہ کہ لازماً کسی حتمی پالیسی موقف کے طور پر۔ عہدیدار نے کہا، "ہم بی بی کی سیاسی ضروریات کو سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں، جب تک وہ وہی کرتا رہے جو ہم اس سے چاہتے ہیں، خاص طور پر غزہ میں حملوں کو محدود کرنے کے حوالے سے۔" نیتن یاہو نے گزشتہ ہفتے ٹرمپ کے ایلچی جیرڈ کشنر سے بھی بات کی تھی اور اپنے تحفظات کے باوجود بورڈ آف پیس کے منصوبے کو موقع دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ایک امریکی عہدیدار کے مطابق انہوں نے غزہ میں اسرائیلی حملوں کو محدود کرنے پر بھی اتفاق کیا تھا تاکہ مجوزہ غیر فوجی عمل شروع ہوسکے۔ اس کے بعد یروشلم نے غزہ میں اپنے حملوں میں نمایاں کمی کی ہے اور اسرائیلی فوج یلو لائن تک پیچھے ہٹ گئی ہے، جہاں معاہدے کے تحت اسے موجود ہونا تھا۔ معاملے سے واقف چار افراد کے مطابق کشنر آئندہ ہفتے اسرائیل کا دورہ کر کے نیتن یاہو اور دیگر عہدیداروں سے غزہ منصوبے پر بات کریں گے۔ دریں اثنا نیتن یاہو کے سیاسی مخالفین بھی اب اس امکان پر تشویش کا اظہار کر رہے ہیں کہ ٹرمپ اسرائیلی انتخابات میں مداخلت کر سکتے ہیں۔ سابق آئی ڈی ایف چیف آف اسٹاف گادی آئزن کوٹ، سابق وزرائے اعظم نفتالی بینیٹ اور یائر لاپید کے معاونین کے مطابق تینوں رہنماؤں نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ ٹرمپ بالآخر نیتن یاہو کی حمایت کر سکتے ہیں۔ معاملے سے واقف دو افراد نے بتایا کہ اپوزیشن رہنماؤں نے باہمی دوستوں، عطیہ دہندگان اور دیگر سیاسی اتحادیوں کے ذریعے ٹرمپ اور ان کی ٹیم تک پیغام پہنچایا ہے کہ امریکی صدر غیر جانب دار رہیں۔ صورتحال سے باخبر ایک سابق امریکی عہدیدار نے کہا کہ رائے عامہ کے جائزوں میں نیتن یاہو کی کمزور پوزیشن نے بھی ٹرمپ کو براہِ راست مداخلت سے روکنے میں کردار ادا کیا ہے۔ ٹرمپ اب بھی اسرائیل میں خاصے مقبول ہیں، تاہم گزشتہ تین ماہ کے دوران ان کی مقبولیت میں کچھ کمی آئی ہے۔ اس کی ایک وجہ ایران کے ساتھ ہونے والا معاہدہ اور معاہدے کی خلاف ورزی کے بعد جنگ سے پیچھے ہٹنے کا ان کا فیصلہ بتایا جاتا ہے۔ بہت سے اسرائیلی ایران، غزہ، شام اور لبنان میں اسرائیلی فوجی کارروائیوں پر ٹرمپ کی جانب سے عائد پابندیوں کے بھی مخالف ہیں۔ اسرائیلی سیاسی، سماجی اور عسکری حلقوں میں ان تمام محاذوں پر کارروائیاں مزید بڑھانے کے مطالبات سامنے آرہے ہیں۔ حالیہ ہفتوں میں ٹرمپ سے چار مرتبہ پوچھا جاچکا ہے کہ آیا وہ نیتن یاہو کی حمایت کرتے ہیں، تاہم ہر مرتبہ انہوں نے واضح حمایت کا اعلان کرنے سے گریز کیا۔

امریکہ کا ایران کی بحری ناکہ بندی غیر معینہ مدت تک جاری رکھنے کا عندیہ

اقتصادی دباؤ بڑھانے کا انتباہ

واشنگٹن/تہران، 14 اگست (یو این آئی) امریکہ نے جمعرات کو کہا ہے کہ وہ ایرانی بندرگاہوں کی بحری ناکہ بندی غیر معینہ مدت تک برقرار رکھ سکتا ہے اور تہران پر اقتصادی دباؤ میں مسلسل اضافہ کرے گا۔ یہ بیان ایسے وقت میں سامنے آیا ہے جب جنگ بندی مذاکرات تعطل کا شکار ہیں، عالمی سطح پر تیل کی رسد میں کمی اور خطے میں کشیدگی بڑھ رہی ہے۔ امریکی وزیر دفاع پیٹ ہیگسیتھ نے کہا کہ امریکی فوج کے پاس ناکہ بندی نافذ کرنے کے لیے خطے میں بحری موجودگی کو ضرورت کے مطابق برقرار رکھنے کی صلاحیت موجود ہے، جس سے ایران کو پہلے ہی نمایاں اقتصادی نقصان پہنچا ہے۔ ہیگسیتھ نے پناما کے دورے کے دوران صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا، "امریکی بحریہ ایسی ناکہ بندی غیر معینہ مدت تک برقرار رکھ سکتی ہے کیونکہ ہم بحری جہازوں کو، جیسا کہ اب کر رہے ہیں، ایک کے بعد دوسرے تبدیل کرتے رہیں گے اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔" دریں اثنا، امریکی وزیر خزانہ اسکاٹ بیسنٹ نے کہا کہ واشنگٹن ایران کو مزید مالی نقصان

پہنچانے کی تیاری کر رہا ہے اور اسے ایسی اقتصادی تنہائی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے "جس کی دنیا نے اس سے پہلے مثال نہیں دیکھی"۔ انہوں نے کہا کہ مزید اقدامات آئندہ ہفتے متوقع ہیں۔ بیسنٹ نے قدامت پسند ٹیلی ویژن نیٹ ورک نیوز میکس سے گفتگو میں کہا، "یہ ایسی اقتصادی تنہائی کا مجموعہ ہوگا، جس کی دنیا نے اس سے پہلے مثال نہیں دیکھی۔" انہوں نے مزید کہا کہ "آبنائے ہرمز میں جاری ناکہ بندی ایرانی بندرگاہوں میں کسی بھی چیز کے داخلے یا وہاں سے کسی بھی چیز کے باہر جانے کو روک دے گی۔" انہوں نے کہا کہ "اگلے ہفتے مزید اعلانات کے لیے اس معاملے پر نظر رکھیں۔" بیسنٹ نے امریکی حکمت عملی کو دو طرفہ مہم قرار دیا، جس میں مالی دباؤ کے ساتھ ایرانی بندرگاہوں کی عملی بحری ناکہ بندی بھی شامل ہے۔ امریکہ کا یہ سخت موقف جون میں جنگ کے خاتمے کے لیے ہونے والے ایک ابتدائی معاہدے کے ناکام ہونے کے بعد سامنے آیا ہے۔ ایران آبنائے ہرمز پر اپنے کنٹرول کو واشنگٹن پر دباؤ ڈالنے کے لیے بطور حربہ استعمال کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ تزویراتی اہم آبی گزرگاہ جنگ شروع ہونے سے قبل دنیا کی تقریباً پانچویں حصے کی خام تیل اور مائع قدرتی گیس کی ترسیل کا راستہ تھی۔ حالیہ عرصے میں اس سے گزرنے کی کوشش کرنے والے بحری جہازوں کو حملوں کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے۔ امریکی نائب صدر جے ڈی وینس نے کہا ہے کہ جنگ کے دوران انتظامیہ کی اولین ترجیح امریکی عوام کے لیے تیل اور پٹرول کی قیمتوں میں کمی لانا اور ایران کو اس وقت جوہری ہتھیار حاصل کرنے سے روکنا ہے۔ تازہ امریکی موقف 4 اگست کو بیسنٹ کے دیے گئے بیان سے مختلف ہے، جب انہوں نے سی این بی سی کو بتایا تھا کہ تہران کے ساتھ آبنائے ہرمز دوبارہ کھولنے کے معاہدے تک چند دنوں میں پہنچا جاسکتا ہے۔

شمالی کوریا آئندہ امریکہ-جنوبی کوریا فوجی مشقوں پر برہم

پیانگ یانگ، 14 اگست (یو این آئی) شمالی کوریا نے اگلے ہفتے شروع ہونے والی امریکہ اور جنوبی کوریا کی بڑی فوجی مشقوں کی مذمت کرتے ہوئے انہیں ایک اشتعال انگیز اقدام قرار دیا ہے جس سے جزیرہ نما کوریا میں کشیدگی مزید بڑھ رہی ہے۔ شمالی کوریا کی وزارت خارجہ کے ترجمان نے جمعہ کو سرکاری خبر رساں ایجنسی کورین سینٹرل نیوز ایجنسی (کے سی این اے) کے مطابق کہا کہ امریکہ، جاپان اور جنوبی کوریا کے درمیان فوجی تعاون ایک جوہری اتحاد میں تبدیل ہو رہا ہے، اور شمالی کوریا "خطرے کی نئی سطح کا جواب دفاعی صلاحیت کی نئی سطح سے دے گا"۔ پیانگ یانگ معمول کے مطابق جنوبی کوریا میں ہونے والی فوجی مشقوں کو اشتعال انگیزی قرار دے کر ان کی مذمت کرتا ہے۔ "الچی فریڈم شیلڈ" (Ulchi Freedom Shield) کے نام سے ہونے والی یہ فوجی مشقیں 17 اگست سے شروع ہو کر 27 اگست تک جاری رہیں گی۔ ان میں ڈرون حملوں، جی پی ایس میں خلل اور سائبر حملوں سے نمٹنے کی مشقیں بھی شامل ہوں گی، کیونکہ امریکہ اور اس کے اتحادی شمالی کوریا کی بدلتی ہوئی فوجی صلاحیتوں کے

مطابق اپنی تیاریوں کو ڈھال رہے ہیں۔ شمالی کوریا کی وزارت خارجہ کے ترجمان نے بیان میں کہا کہ امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ آئندہ مشقیں گزشتہ پانچ برس کی مشقوں سے کافی مختلف ہوں گی اور جدید جنگ کے نئے پہلوؤں کی بنیاد پر جنگ لڑنے کی صلاحیت کو بہتر بنانے کے لیے منعقد کی جائیں گی۔ بیان میں مزید کہا گیا کہ "سلامتی یقینی بنانے کا ہمارا مستقل اصول یہ ہے کہ خطرے کی نئی سطح کا جواب دفاعی صلاحیت کی نئی سطح سے دیا جائے۔" شمالی کوریا نے روس کی یوکرین کے خلاف جنگ میں لڑنے کے لیے اندازاً 12,000 سے 15,000 فوجی بھیجے تھے اور خیال کیا جاتا ہے کہ اب وہ مزید 10,000 فوجی تعینات کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ رپورٹس کے مطابق ہزاروں شمالی کوریائی فوجی ہلاک ہوئے، تاہم اس معاہدے کے نتیجے میں شمالی کوریا کو جنگ کے میدان میں قیمتی تجربہ حاصل ہوا، جبکہ اسے ہتھیاروں، توانائی اور براہِ راست مالی امداد کی صورت میں بھی فائدہ ملا۔ امریکہ اور جنوبی کوریا کی مشترکہ افواج کے کمانڈ کے ترجمان کرنل ریان ڈونلڈ نے اس ہفتے کہا کہ یورپ میں جاری جنگ میں شمالی کوریا کی فوجی تعیناتی نے جزیرہ نما کوریا میں امریکی اور جنوبی کوریائی فوجیوں کو درپیش خطرے کو تبدیل کر دیا ہے۔ انہوں نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا، "انہوں نے وہاں حاصل کیے گئے اسباق کو شمالی کوریا واپس پہنچایا ہے۔ ہماری فوجی تربیت میں اس خطرے کو مدنظر رکھا گیا ہے۔" شمالی کوریا کی وزارت خارجہ کے بیان میں کہا گیا کہ امریکہ اور جنوبی کوریا کی فوجی مشقیں ایسے وقت میں کی جارہی ہیں جب یورپ، مشرق وسطیٰ اور دنیا کے دیگر حصوں میں فوجی اور سیاسی صورتحال ہر گزرتے دن کے ساتھ مزید سنگین ہوتی جارہی ہے۔

آبنائے ہرمز میں اے ڈی این او سی کے دو بحری جہازوں پر ڈرون حملے، متحدہ عرب امارات کا ایران پر الزام

ابوظہبی، 14 اگست (یو این آئی): متحدہ عرب امارات کی سرکاری ملکیتی توانائی کمپنی ابوظہبی نیشنل آئل کمپنی (اے ڈی این او سی) نے کہا ہے کہ اس کے زیر انتظام دو بحری جہازوں پر جمعرات کی شام آبنائے ہرمز سے گزرتے ہوئے ڈرون حملے کیے گئے۔ اے ڈی این او سی کے مطابق حملے میں کوئی شخص زخمی نہیں ہوا اور صورتحال قابو میں ہے۔ کمپنی نے حملوں کو "بحری قزاقی" قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس طرح کی کارروائیاں آزادانہ جہاز رانی اور عالمی توانائی کے تحفظ کے لیے خطرہ ہیں۔ متحدہ عرب امارات کی سرکاری خبر رساں ایجنسی وام کے مطابق

جاری بیان میں اے ڈی این او سی نے آبنائے ہرمز میں بحری عملے کے تحفظ، آزادانہ جہاز رانی اور بحری سلامتی یقینی بنانے کی اہمیت پر زور دیا۔ کمپنی نے حملے کی نوعیت یا اس کے ذمہ داروں کے بارے میں مزید تفصیلات فراہم نہیں کیں اور تاحال کسی گروپ نے حملے کی ذمہ داری قبول نہیں کی ہے۔ برطانوی فوج کے یونائیٹڈ کنگڈم میری ٹائم ٹریڈ آپریشنز (یو کے ایم ٹی او) مرکز نے بھی بتایا کہ آبنائے ہرمز سے گزرنے والے دو بحری جہازوں نے ڈرون حملوں کے نتیجے میں معمولی نقصان کی اطلاع دی ہے۔ مرکز نے جہازوں کی شناخت ظاہر نہیں کی، تاہم دستیاب تفصیلات اے ڈی این او سی کے بحری جہازوں پر حملے سے مطابقت رکھتی ہیں۔ متحدہ عرب امارات کی وزارت خارجہ نے حملوں کا براہِ راست الزام ایران پر عائد کرتے ہوئے انہیں آزادئ جہاز رانی سے متعلق اقوام متحدہ کے اصولوں کی "کھلی خلاف ورزی" قرار دیا۔ وزارت خارجہ نے کہا کہ تجارتی بحری جہازوں کو نشانہ بنانا اور آبنائے ہرمز کو اقتصادی دباؤ یا بلیک میلنگ کے لیے استعمال کرنا ایرانی پاسداران انقلاب کی جانب سے بحری قزاقی کے مترادف ہے اور خطے کے استحکام، عوام اور عالمی توانائی کے تحفظ کے لیے براہِ راست خطرہ ہے۔ آبنائے ہرمز خلیج فارس کو خلیج عمان اور بحر ہند سے ملانے والی اہم آبی گزرگاہ ہے اور عالمی توانائی کی ترسیل کے لیے انتہائی اہم سمجھی جاتی ہے۔ اس راستے میں کسی بھی قسم کی رکاوٹ عالمی اور علاقائی توانائی کی منڈیوں کو متاثر کر سکتی ہے۔ یہ واقعہ خطے میں بڑھتی ہوئی کشیدگی اور آبنائے ہرمز سے گزرنے والے تجارتی بحری جہازوں کے تحفظ سے متعلق بڑھتے ہوئے خدشات کے درمیان پیش آیا ہے۔ یو این آئی۔ ع ا۔

ٹیکساس سمیت کچھ ریاستیں بندوق کی خریداری کو رجسٹر نہیں کریں گی: ایک تاریخی عدالتی فیصلہ

ٹیکساس، 14 اگست (یو این آئی) امریکی ریاست ٹیکساس کی ایک وفاقی عدالت نے ایک تاریخی فیصلے میں شارٹ بیرل رائفلز اور شارٹ بیرل شاٹ گن پر مرکزی کنٹرول ختم کر دیا ہے۔ اس فیصلے سے ٹیکساس سمیت 15 امریکی ریاستوں میں بندوق کے بہت سے سخت قوانین میں نرمی آئی ہے۔ فاکس نیوز کے مطابق جج جیمز ویسلے ہینڈرکس کی عدالت نے فیصلہ دیا کہ سائلنسر اور شارٹ بیرل ہتھیاروں کے لیے سویلین رجسٹریشن اور حکومتی منظوری کی ضرورت کے دیرینہ قوانین غیر آئینی ہیں۔ اس فیصلے کا مطلب ہے کہ متعلقہ ریاستوں کے باشندوں کو اب اس طرح کے ہتھیاروں یا آلات کی خریداری کے لیے مہینوں طویل بیوروکریٹک عمل، بائیو میٹرکس اور خصوصی رجسٹریشن سے نہیں گزرنا پڑے گا۔ اپنے فیصلے میں، عدالت نے 1934 کے نیشنل فائر آرمز ایکٹ کی آئینی بنیادوں کا جائزہ لیا۔ عدالت نے کہا کہ یہ قانون اصل میں حکومت کے ٹیکس کے اختیار پر مبنی تھا، جس میں ڈالر 200 کا ٹیکس لگایا گیا تھا۔ تاہم، چونکہ حالیہ قانون سازی نے اس ٹیکس کو صفر کر دیا ہے، اس لیے ٹیکس وصولی کے نام پر شہریوں پر رجسٹریشن اور اجازت نامے کی شرائط عائد کرنا غیر آئینی ہو جاتا ہے۔ بندوق کے حقوق کی تنظیموں نے اس فیصلے کا پرزور خیر مقدم کیا ہے اور اسے امریکی آئین کے تحت شہریوں کے حقوق کی ضمانت کی ایک بڑی فتح قرار دیا ہے۔ دریں اثنا، گن کنٹرول کے حامیوں اور پبلک سیفٹی گروپس نے گہری تشویش کا اظہار کیا ہے کہ غیر رجسٹرڈ سائلنسر اور آسانی سے چھپنے والے ہتھیاروں کی کھلے عام فروخت پولیس کی تحقیقات اور عوامی تحفظ کو متاثر کر سکتی ہے۔ امریکی محکمہ انصاف کی جانب سے فوری طور پر حکم امتناعی نہ مانگنے کے بعد نیا حکم نامہ عمل میں آیا۔ قانونی ماہرین کا خیال ہے کہ یہ فیصلہ امریکہ بھر میں بندوق کے قوانین کی مستقبل کی سمت کی تشکیل میں ایک اہم موڑ ثابت ہوسکتا ہے۔ فی الحال، یہ نرمی 15 ریاستوں اور متعلقہ درخواست گزاروں پر لاگو ہوتی ہے، لیکن یہ ملک بھر میں قانون کی دیگر دفعات کے لیے چیلنجوں کی راہ بھی ہموار کرتی ہے۔

چاڈ کے صدر نے 20 سال کی سزا کو منسوخ کرتے ہوئے حزب اختلاف کے مرکزی رہنما سوکسس مسارا کو معاف کر دیا

این ڈاجامینا، 14 اگست (یو این آئی) چاڈ کے صدر مہات ادریس ڈیبی نے ملک کے سرکردہ اپوزیشن لیڈر اور سابق وزیر اعظم کامیاب مسارا کو ان کی 20 سال کی قید کی سزا کو مکمل طور پر معاف کر دیا ہے۔ افریقہ نیوز کے مطابق صدارتی محل کے ایک سرکاری حکم سے مسٹر مسارا سمیت دیگر آٹھ سرکردہ اپوزیشن رہنماؤں کو اس فیصلے سے فائدہ پہنچا ہے۔ اس فیصلے سے ملک کے دیرینہ سیاسی تناؤ کو کم کرنے کی امید ہے۔ سابق وزیر اعظم مسارا کو ایک عدالت نے ڈیجیٹل میڈیا کے ذریعے تشدد بھڑکانے اور نفرت پھیلانے کے الزام میں 20 سال قید کی سزا سنائی تھی۔ ایوان صدر کے ایک آرڈیننس کے مطابق رہنماؤں کی قید کی سزاؤں میں کمی کر دی گئی ہے، حالانکہ معاوضے اور دیگر ذمہ داریوں سے متعلق دفعات نافذ العمل ہیں۔ اس اقدام کو چاڈ میں قومی مفاہمت کی جانب ایک بڑا اقدام قرار دیا جارہا ہے۔ مسٹر مسارا چاڈ کی سیاست میں حزب اختلاف کی سب سے نمایاں شخصیات میں سے ایک رہے ہیں، جو جمہوریت اور سول اصلاحات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ ایک بار ملک کے وزیر اعظم کے طور پر خدمات انجام دے چکے ہیں۔ اس کے بعد وہ مئی 2024 کے صدارتی انتخابات میں مسٹر ڈیبی کے لیے بنیادی چیلنجر کے طور پر حصہ لے کر دوسرے نمبر پر رہے۔ سیاسی تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ صدر ڈیبی کا اپنے سب سے نمایاں حریف کو مہلت دینے کا فیصلہ ملک میں استحکام میں معاون ثابت ہوگا۔

مصر میں ایک شاپنگ مال میں دھماکے میں 3 افراد ہلاک، 17 زخمی

قاہرہ، 14 اگست (یو این آئی) مصری دارالحکومت قاہرہ میں واقع ایک شاپنگ مال میں ہونے والے دھماکے میں 3 افراد جاں بحق اور 17 زخمی ہوگئے۔ نیو قاہرہ علاقے کے "ارابیلا پلازہ" نامی شاپنگ مال کی داخلی منزل پر واقع تحائف اور کھلونوں کی دکان میں ہیلیم گیس کے سلنڈر کے پھٹنے سے آگ بھڑک اٹھی۔ اس واقعے میں 3 افراد ہلاک اور 17 زخمی ہوئے۔ مصری وزارتِ داخلہ کے بیان میں کہا گیا ہے کہ دھماکہ "ارابیلا پلازہ" شاپنگ مال میں ہوا اور واقعے کے بعد سامنے لگنے والی کم سطح کی آگ کو شہری دفاعی دستوں نے بجھا دیا۔ بتایا گیا ہے کہ دھماکے کے باعث آس پاس کی بعض دکانوں کے شیشے ٹوٹ گئے۔ مصری اٹارنی جنرل کا کہنا ہے کہ دھماکہ ہونے والی دکان کے مالک کو حراست میں لینے کی ہدایت دی گئی ہے۔ پراسیکیوٹر کے مطابق ابتدائی تحقیقات میں دھماکہ ایک گیس سلنڈر سے ہونے کا تعین ہوا ہے اور واقعے کی وجہ جاننے کے لیے ماہر ٹیمیں تعینات کر دی گئی ہیں۔

ماؤنٹ ایٹنا آتش فشاں ایک بار پھر پھٹ پڑا: آسمان میں دھوئیں کے بادل، سسلی میں سیاحت متاثر

روم، 14 اگست (یو این آئی) یورپ کا سب سے زیادہ فعال اور بلند ترین آتش فشاں ماؤنٹ ایٹنا ایک بار پھر زوردار دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا، جس سے کئی کلومیٹر دور آسمان تک دھواں اٹھ رہا ہے، جس سے پورے خطے میں الرٹ جاری کر دیا گیا ہے۔ اطالوی جزیرے سسلی پر واقع، آتش فشاں سرخ گرم لاوا، ٹنوں راکھ اور دھویں کے بڑے پیمانے پر اگلنا جاری رکھے ہوئے ہے۔ یورو نیوز کے مطابق پھٹنے سے پیدا ہونے والی راکھ اور دھوئیں کا سب سے زیادہ اثر سسلی کے مرکزی ہوائی اڈے کیٹانیا ہوائی اڈے پر پڑا ہے۔ رن وے پر راکھ کے ڈھیر اور پرواز کی کم نمائش نے حکام کو بار بار ہوائی اڈے کی کارروائیوں کو معطل کرنے پر مجبور کیا ہے۔ سینکڑوں پروازیں منسوخ کر دی گئی ہیں یا دوسرے قریبی ہوائی اڈوں جیسے پالرمو اور کومیسو کی طرف موڑ دی گئی ہیں۔ اس فضائی رکاوٹ کا سب سے زیادہ اثر ان سیاحوں پر پڑا ہے جو اپنی گرمیوں کی تعطیلات کے لیے سسلی پہنچے ہیں۔ ہزاروں مسافر کیٹانیا ہوائی اڈے پر پھنسے ہوئے ہیں، اور ایئر لائنز انہیں بسوں یا متبادل ذرائع سے ان کی منزلوں تک پہنچانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ مقامی حکام کا کہنا ہے کہ مسافروں اور ہوائی جہاز کی حفاظت سب سے اہم ہے، اس لیے معمول کی پروازیں ہوا میں موجود راکھ کے کم ہونے کے بعد ہی دوبارہ شروع ہوں گی۔ ان مشکلات کے باوجود ایک نیا رجحان بھی دیکھنے میں آرہا ہے۔

انجمنوں نے کرائی الوداعی علمِ مبارک کی زیارت

مجلس وماتم اور شب بیداریوں کا دور تیز☆شبیہ روضۂ حضرت علی میں مجلس آج☆انجمن ندائے عزا کی شب بیداری کل

لکھنؤ۔ کربلا کے شہیدوں کی یاد میں ہونے والی مجالس اور شب بیداریوں کا سلسلہ جاری ہے۔ انجمن گلدستۂ حیدری کی حیدری امام باڑہ مصاحب گنج میں جاری سالانہ شب بیداری کا الوداعی علم اٹھنے کے بعد اختتام ہوگیا۔ الوداعی مجلس کو مولانا وصیع الحسن جائسی نے خطاب کیا۔ شب بیداری کی دیگر مجالس کو مولانا حسن ظہیر اور مولانا ابراہیم نے خطاب کیا۔ شب بیداری میں انجمن کاظمیہ عابدیہ، محبانِ حسین، حسینیہ قدیم، قمرِ بنی ہاشم، معراج الاسلام، غنچۂ مظلومیہ، نیرالاسلام، رضائے حسین، تصویر العزا شبیر یہ اور انجمن جعفر الایمان نے اپنے نوحے و سلام پڑھے۔ جہاں عزاداروں نے انجمنوں کے سلاموں کو سن کر خوب داد دی، وہیں نوحے سن کر خوب گریہ کیا۔ الوداعی مجلس کے بعد انجمن نے عزاداروں کو علم کی زیارت کرائی اور نوحہ خوانی و سینہ زنی کرتی ہوئی علم کو امام باڑہ میرن صاحب لے گئی، جہاں جم کر ماتم کیا گیا۔

ادھر بیل والا ٹیلہ، مفتی گنج میں انجمن گلزارِ پنجتن کی جاری شب بیداری کا الوداعی علم کی زیارت کے بعد اختتام ہوگیا۔ یہاں الوداعی مجلس کو مولانا جاوید حسین نجفی نے خطاب کیا۔ عزاخانہ شہنشاہ مرزا مرحوم، گیٹ نمبر 2، مولانگری، وزیر باغ میں انجمن چشمۂ کوثر کی جاری قدیم سالانہ شب بیداری کی الوداعی مجلس کو مولانا سید صفی حیدر رضوی نے خطاب کیا، جس کے بعد انجمن کے الوداعی علم کی زیارت کرائی گئی۔

امام باڑہ سرکارِ حسینی، کشمیری محلہ میں انجمن معراج المومنین کی شب بیداری کی دوسری مجلس کو مولانا کلبے احمد نقوی نے خطاب کیا۔ مجلس کے بعد انجمن معصومیاں حسینیہ، شمشیرِ حیدری، حسینیہ قدیم، نورِ حسینی، برقِ حیدری اور کاظمیہ عابدیہ نے اپنے نوحے وسلام پڑھے۔ عزاخانہ الحاج سلطان مرزا، کٹرا خدا یار خاں، سعادت گنج میں منعقدہ مجلس کو مولانا کلبے جواد نقوی نے خطاب کیا۔ مجلس کے بعد انجمن رضائے حسین نے نوحہ خوانی و ماتم کیا۔ عزاخانہ عاقل حسین، امرود والی باغیا میدان، ایل اچّھ خاں میں منعقدہ مجلس میں آن رضوی نے مرثیہ خوانی کرتے ہوئے واقعاتِ کربلا بیان کیے۔ مجلس کے بعد ماتمی انجمنوں نے نوحہ خوانی کی۔ امام باڑہ ڈپٹی محمد عظیم صاحب، وزیر گنج میں انجمن شامِ غریباں کی شب بیداری کا انعقاد کیا گیا۔ شب بیداری کی مجلس کو مولانا تقی رضا نے خطاب کیا۔ مجلس کے بعد ماتمی انجمنوں نے اپنے نوحے وسلام پڑھے۔ عزاخانہ ہادی حسین، منصور نگر میں منعقدہ مجلس کو مولانا صدف جونپوری نے خطاب کیا۔ مجلس کے بعد انجمن جعفر الایمان نے نوحہ خوانی کی۔

شہیدانِ کربلا کی یاد میں شبیہ روضۂ حضرت علی، سرفراز گنج میں ہفتہ کو صبح 10 بجے ایک مجلسِ عزا کا انعقاد کیا جائے گا۔ تلاوتِ قرآنِ پاک سے شروع ہونے والی مجلس کو مولانا سید حیدر عباس رضوی خطاب کریں گے۔ مجلس کا انعقاد علی طاہر رضوی اور علی ماہر رضوی نے کیا ہے۔ نمازِ مغرب ومجلس آج: عزاخانہ نجم الحسن، رستم نگر میں ہفتہ کو نمازِ مغرب باجماعت ہوگی۔ اس کے بعد مولانا تقی رضا مجلس کو خطاب کریں گے۔ مجلس کے بعد انجمن جعفر الایمان اور غنچۂ مظلومیاں نوحہ خوانی کریں گی۔ کربلا عظمت الدولہ، بہادر مہدی گنج میں اتوار کو انجمن ندائے عزا کی شب بیداری کا انعقاد کیا جائے گا۔ شب بیداری کی مجلس کو مولانا سیف عباس رات 9 بجے خطاب کریں گے۔ مجلس کا آغاز قاری فرقان حسین تلاوتِ قرآنِ پاک سے کریں گے۔ مجلس کے بعد انجمنیں اپنے سلام و نوحے پیش کریں گی۔

مومنین فرزندِ زہرا کا جنازہ لے چلو

فضاؤں میں گونج رہی ہیں ماتم کی صدائیں، محرم کے 8 دن باقی

لکھنؤ۔ یاد آ رہی ہے کربلا، شاہ کی رخصتی کا وقت ہے، اے اہلِ عزا، جاتا ہے مہمان تمہارا۔ ان نوحوں کی صدائیں پرانے شہر کے علاقوں میں گونج رہی ہیں۔ کربلا کے شہیدوں کی شہادتوں کی یاد میں ہونے والی مجالس و ماتم اپنے عروج پر ہیں۔ راجدھانی میں حضرت امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کا غم مسلسل دو ماہ آٹھ دن تک منایا جاتا ہے۔ اسی لیے اسے شہرِ عزا کہا جاتا ہے۔ 17 جون سے جاری مجالس و ماتم کا اختتام 22 اگست کو ہوگا، یعنی ابھی 8 دن باقی ہیں۔ اس لیے روزانہ ایک ایک محلے میں درجنوں مجالس ہو رہی ہیں۔ عزاخانوں میں فرشِ عزا بچھا ہوا ہے اور ہر کوئی کربلا کے شہیدوں کا غم منانے میں مصروف ہے۔ کہیں خواتین کی، کہیں مردوں کی مجالس و شب بیداریاں ہو رہی ہیں، تو کہیں انجمنوں کی شب بیداریاں جاری ہیں۔ ہر طرف پردہ نشین خواتین اور بچے سیاہ لباس میں سلسلہ وار ہونے والی مجالس میں شرکت کر رہے ہیں۔ پرانے شہر میں جگہ جگہ خیمے لگے ہیں۔ کہیں ماتم داروں کے کھانے کا انتظام ہو رہا ہے تو کہیں کشمیری چائے کی دیگیں چڑھی ہوئی ہیں۔ مجالس و ماتم کی آوازیں فضاؤں میں گونج رہی ہیں۔ رات رات بھر عزادار ماتم کرکے امام کے غم میں آنسو بہا رہے ہیں۔ کہیں تعزیے اٹھ رہے ہیں تو کہیں تابوت، علم اور ذوالجناح کی زیارت کرائی جا رہی ہے۔ تعزیہ اٹھانے کے دوران پڑھے جانے والے نوحے ** "مومنو! فرزندِ زہرا کا جنازہ لے چلو، تعزیہ خانہ بہت ویران ہے، شاہ کی رخصت کا اب سامان ہے" ** کو سن کر ہر آنکھ اشک بار ہے۔ حضرت امام حسینؑ اور ان کے وفادار ساتھیوں کی کربلا کے تپتے ریگستان میں دردناک شہادتوں کو تقریباً 1387 سال گزر گئے ہیں، لیکن اس غم میں کوئی کمی نہیں آئی، بلکہ جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے، ویسے ویسے غمِ حسین بڑھتا جا رہا ہے۔ آج دنیا کے کونے کونے میں مجالس و ماتم ہو رہا ہے۔ کربلا کی جنگ حق اور باطل کے درمیان تھی۔ حق پر جان لٹانے والوں پر آج بھی دنیا آنسو بہا رہی ہے۔ آج بھی انصاف کا پرچم بلند ہے۔ آج بھی ماحول صرف یہی ثابت کر رہا ہے کہ ** "ہر دل میں کربلا ہے، ہر دل میں یا حسین"۔ ہر سال جب محرم کا آغاز ہوتا ہے تو ہر مذہب و ملت کے لوگ حضرت امام حسینؑ کا غم مناتے ہیں۔

عزاداری میں خواتین کا اہم کردار

عزاداری میں خواتین کا بہت اہم کردار رہتا ہے۔ اپنے گھر کے کام کے ساتھ ساتھ وہ صبح سے رات تک رشتہ داروں، عزیزوں اور محلے کے گھروں میں ہونے والی مجالس و شب بیداریوں میں شرکت کر رہی ہیں۔ خواتین روزانہ 7 سے 8 مجالس میں شرکت کر رہی ہیں۔ شب بیداریوں میں رات بھر نوحہ خوانی کر رہی ہیں۔ صبح تعزیہ اٹھا کر مردوں کے سپرد کر دیتی ہیں، جسے عزادار قریبی کربلا لے جا کر آنکھوں میں اشک لیے دفن کر دیتے ہیں۔

عزاداری کی رونق ہیں ماتمی انجمنیں

لکھنؤ کی عزاداری کی پوری دنیا میں اپنی ایک الگ شناخت ہے۔ آج عزاداری کی جو رونق ہے، وہ یہاں کی ماتمی انجمنوں کی وجہ سے ہے۔ لکھنؤ میں تقریباً دو سو سے زائد انجمنیں ہیں، جو اپنا اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ انجمنیں گھروں اور انجمنوں کی جانب سے ہونے والی شب بیداریوں میں جا کر رات رات بھر اپنے نوحے اور سلام پڑھتی ہیں۔ جہاں سلام پڑھنے پر داد ملتی ہے، وہیں نوحہ سن کر عزادار خوب گریہ کرتے ہیں۔

تقسیمِ ہند کے سانحے کو یاد کرکے یکجہتی اور سماجی ہم آہنگی کا عزم

سیتاپور۔ 14 اگست۔ تقسیمِ ہند کی تقسیم کاری کے موقع پر مسلم راشٹریہ منچ، گورکش پرانت کے زیرِ اہتمام ایک فکری نشست اور خراجِ عقیدت پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام میں 1947 میں ملک کی تقسیم کے دوران پیش آنے والے سانحے، نقل مکانی اور جانی نقصان کو یاد کرتے ہوئے شہیدوں کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ پروگرام کے نگراں اور مہمانِ خصوصی مقرر مسلم راشٹریہ منچ، گورکش پرانت کے شریک کنوینر ڈاکٹر علی ظفر رہے، جبکہ مہمانِ خصوصی ڈاکٹر نروپما ورما تھیں۔ پروگرام سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر علی ظفر نے کہا، "تقسیم کی تکلیف کو یاد رکھنا ضروری ہے، تاکہ ایسی المناک صورتِ حال دوبارہ پیش نہ آئے۔ تقسیم ہمارے تاریخ کا ایک انتہائی دردناک باب ہے۔ اسے یاد کرنے کا مقصد کسی کے خلاف نفرت پیدا کرنا نہیں، بلکہ تاریخ سے سبق حاصل کرتے ہوئے ملک کی یکجہتی، سالمیت، بھائی چارے اور سماجی ہم آہنگی کو مضبوط بنانا ہے۔" انہوں نے کہا کہ تقسیم کے وقت لاکھوں لوگوں کو اپنے گھر بار چھوڑ کر ہجرت اور نقل مکانی کا درد برداشت کرنا پڑا اور بے شمار لوگوں نے اپنی جانیں گنوائیں۔ آج کی نسل کی ذمہ داری ہے کہ وہ تاریخ کو سمجھے اور ملک کو ایسے حالات سے ہمیشہ دور رکھنے کے لیے متحد ہو کر کام کرے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کی یکجہتی اور سالمیت ہی ہندوستان کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ مہمانِ خصوصی ڈاکٹر نروپما ورما نے کہا کہ تقسیمِ ہند کی المناک یادوں کا یہ دن ہمیں ان خاندانوں اور لوگوں کی تکلیف کو یاد کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے، جنہوں نے تقسیم کے دوران اپنا سب کچھ کھو دیا۔ انہوں نے کہا کہ تاریخ کو یاد کرنے کا مقصد موجودہ اور آنے والی نسلوں کو یہ پیغام دینا ہے کہ باہمی محبت، اعتماد، بھائی چارہ اور سماجی اتحاد ہی ایک مضبوط ملک کی بنیاد ہیں۔ انہوں نے سبھی لوگوں سے ملک کی یکجہتی اور سماجی ہم آہنگی کو مضبوط بنانے کی اپیل کی۔ پروگرام کے اختتام پر تقسیم کے دوران شہید ہونے والے افراد اور متاثرہ خاندانوں کی یاد میں خاموشی اختیار کرکے خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ موجود افراد نے شہیدوں کو خراج پیش کرتے ہوئے ملک کی یکجہتی، سالمیت، بھائی چارے اور سماجی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے کا عزم کیا۔ اس موقع پر التمش انصاری، افضل انصاری، احتشام، محمد امن، ضیاء الاسلام، پردیپ موریہ، انوپ یادو وغیرہ موجود رہے۔

جشنِ عیدمیلادالنبیؐ اور جلوسِ محمدیؐ کی تیاریاں شروع

26 اگست 2026 کو لکھنؤ میں نکلے گا روایتی مرکزی جلوسِ محمدیؐ: حضرت سید ایوب اشرف کچھوچھوی

لکھنؤ، 14 اگست (پی این ایس) ماہِ ربیع الاول کی آمد کے مبارک موقع پر جمعہ کے روز نیو سردار نگر، رئین نگر، بالاگنج واقع سید غلام حسین کی رہائش گاہ پر جشنِ عیدمیلادالنبیؐ اور محفلِ درود وسلام کا خوبصورت اور روحانی انعقاد کیا گیا۔ ماہِ ربیع النور کی آمد کے موقع پر آل انڈیا محمدی مشن کے بانی و قومی صدر حضرت سید ایوب اشرف کچھوچھوی نے کہا کہ 11 ربیع الاول 1448 ہجری کی رات، 25 اگست 2026 کو جشنِ عید میلادالنبیؐ کی محافل منعقد کی جائیں گی، جبکہ 12 ربیع الاول، 26 اگست 2026 کو جشنِ عید میلادالنبیؐ کے مبارک موقع پر لکھنؤ میں روایتی مرکزی جلوسِ محمدیؐ پوری شان و شوکت، ادب اور نظم و ضبط کے ساتھ نکالا جائے گا۔ جلوس کی تیاریوں کے سلسلے میں جلد ہی شہر کی انجمنوں، علمائے کرام، ائمہ مساجد، دانشوروں، سماجی تنظیموں اور انتظامیہ کے ذمہ داران کے ساتھ رابطہ و ہم آہنگی کی میٹنگوں کا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ جلوسِ محمدیؐ نکالنے کا مقصد نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰؐ کی محبت، آپؐ کی سیرت اور امن، انسانیت، بھائی چارے اور حسنِ اخلاق کی تعلیمات کو عام کرنا اور انہیں گھر گھر پہنچانا ہے۔ اسی مقصد کے تحت ماہِ ربیع الاول کے دوران شہر کے مختلف علاقوں اور گھروں میں محافلِ میلاد اور درود و سلام کے پروگرام منعقد کیے جائیں گے، تاکہ محبت، انسانیت اور بھائی چارے کا پیغام عام کیا جاسکے۔ انہوں نے بتایا کہ لکھنؤ کے مختلف تھانہ علاقوں سے انجمنوں کی ٹکڑیاں روایتی جلوسِ محمدیؐ میں شامل ہوں گی۔ شہر کے اہم راستوں سے نکلنے والے جلوس چوک واقع درگاہِ مخدوم شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچیں گے۔ جلوس میں بڑی تعداد میں عاشقانِ رسولؐ کی شرکت متوقع ہے۔ تقریب میں خصوصی خطاب کرتے ہوئے آل انڈیا محمدی مشن کے سکریٹری جنرل سید بابر اشرف نے نبی کریمؐ کی سیرت، آپؐ کے اخلاق، رحمت، انسانیت اور امت کے ساتھ آپؐ کی محبت پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریمؐ کی سیرتِ مبارکہ پوری انسانیت کے لیے بہترین نمونہ ہے اور ہمیں اپنی زندگی کو پیغمبرِ اسلامؐ کی سنت اور تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آل انڈیا محمدی مشن کے یوتھ صدر سید محمد احمد میاں نے کہا کہ ماہِ ربیع الاول کی آمد کے ساتھ ہی جشنِ میلادالنبیؐ کی تیاریاں شروع ہوگئی ہیں۔ انہوں نے تمام عاشقانِ رسولؐ سے اپیل کی کہ ماہِ ربیع الاول کو پوری عقیدت، ادب اور خوشی کے ساتھ منائیں، اپنے گھروں پر پرچم نصب کریں اور انہیں روشن کریں، محفلِ میلادِ مصطفیٰؐ کا انعقاد کریں، درود و سلام کا اہتمام کریں اور محبتِ رسولؐ کا پیغام گھر گھر پہنچائیں۔ ساتھ ہی ملک کی ترقی، خوشحالی، امن اور بھائی چارے کے لیے خصوصی دعائیں بھی کریں۔ محفل میں آل انڈیا محمدی مشن کے میڈیا انچارج سید غلام حسین، زونل صدر قاری افتخار عالم حبیبی، قاری توصیف انصاری اور سید طاہر اشرف خصوصی طور پر موجود رہے۔ مختلف ذرائع ابلاغ سے وابستہ صحافیوں نے بھی پروگرام میں شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآنِ پاک سے ہوا، جس کے بعد نعتِ پاک پیش کی گئی۔ نعت خواں حضرات نے بارگاہِ رسالتؐ میں نعتوں کا نذرانہ پیش کیا، جس سے پورا ماحول روحانی اور پُرنور ہو گیا اور محفل درود و سلام کی صداؤں سے گونج اٹھی۔ آخر میں صلوٰۃ وسلام اور ملک کی ترقی، خوشحالی، امن اور بھائی چارے کے لیے خصوصی دعا کے ساتھ پروگرام کا اختتام ہوا۔

سرو ودئے ودیالیہ کے طلباء نے بدھیشور-موہان روڈ پر کیا مظاہر

وزیر اسیم ارون نے مل کر پرسکون کرایا معاملہ

لکھنؤ: 14 اگست (پی این ایس) لکھنؤ کے پارہ علاقے میں محکمہ سماجی بہبود کے زیرِ انتظام جئے پرکاش نارائن سرو ودئے ودیالیہ کے طلباء میں جمعہ کو غصہ بھڑک اٹھا۔ اسکول میں مناسب اساتذہ کی کمی اور ان کی پڑھائی میں خلل پڑنے سے پریشان سیکڑوں طلباء سڑکوں پر نکل آئے اور بدھیشور-موہان روڈ پر دھرنا دیا۔ طلباء کی طرف سے اس اچانک مظاہرے نے آگرہ ایکسپریس وے کی طرف جانے والی مرکزی سڑک کو مکمل طور پر بلاک کر دیا جس سے سڑک کے دونوں طرف گاڑیوں کی لمبی قطاریں لگ گئیں۔ لکھنؤ کے پارہ علاقے میں واقع سرو ودئے ودیالیہ موہان کے طلباء نے جمعہ کو اساتذہ کی کمی سمیت مختلف مسائل کو لے کر احتجاج کیا۔ وہ سڑک پر آ گئے، نعرے لگاتے ہوئے آگرہ ایکسپریس وے کی طرف جانے والی سڑک کو تقریباً ایک گھنٹے تک بلاک کر دیا۔ اس دوران سماجی بہبود کے وزیرِ مملکت اسیم ارون کی گاڑی بھی ٹریفک جام میں پھنس گئی۔ ٹریفک جام کی اطلاع ملتے ہی پارا پولیس جائے وقوعہ پر پہنچی اور طلبہ کو منانے کی کوشش کی۔ اسکول انتظامیہ کی مدد سے تقریباً ایک گھنٹے بعد دوپہر 1:20 بجے سڑک کو شروع کیا گیا۔ وزیر اسیم ارون بھی اسکول پہنچے اور طلباء سے بات کی۔ پرنسپل ونود کمار نے طلباء سے کہا کہ اپنی تشویش کا اظہار کرنا اچھی بات ہے، لیکن سڑک بلاک کرنا درست طریقہ نہیں ہے۔ اسکول میں تقریباً 450 طلباء ہیں۔ طلباء کا کہنا تھا کہ اساتذہ کی کمی کی وجہ سے وقت پر کلاسز مکمل نہیں ہو پا رہی ہیں۔ انہوں نے اساتذہ کی فوری تقرری کا مطالبہ کیا۔ آڈیٹوریم میں طلباء نے کھیلوں کے سامان کی کمی، بجلی کی نا قص، نا قابلِ رسائی لائبریری اور صفائی ستھرائی سے متعلق مسائل کی بھی اطلاع دی۔ چیف منسٹر کی ابھیودئے کوچنگ میں کیمسٹری اساتذہ کی کمی کا مسئلہ بھی اٹھایا گیا۔

رائے بریلی میں ماں بیٹی نے باپ کو قتل کرکے لاش کو زمین میں گاڑ دیا

رائے بریلی: 14 اگست (پی این ایس) رائے بریلی میں جمعہ کو ماں اور بیٹی نے مل کر اپنے باپ کا قتل کرکے لاش کو گھر سے 50 میٹر دور ایک گڑھے میں دفن کر دیا۔ ملزم ماں نے مہاراشٹر میں کام کرنے والے اپنے بیٹے کو بتایا کہ باپ لڑائی کے بعد کہیں چلا گیا ہے۔ اگلے دن بیٹے نے پھر ماں سے کہا کہ وہ اسے اپنے باپ سے بات کرنے کے لیے لے جائے، لیکن ماں نے پھر بہانہ بنایا اور بات کرنے کو نہ ملی، کئی دن اسی طرح گزر گئے۔ جب ستیش کو کچھ گڑبڑ محسوس ہوئی تو اس نے گاؤں کے آس پاس رہنے والے لوگوں سے پوچھا۔ جب لوگوں نے اسے 17 جولائی کو خاندان میں لڑائی کے بارے میں بتایا تو ستیش کو لگا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ اس کے بعد وہ 7 اگست کو گھر آیا اور ہرچند پور پولیس اسٹیشن میں اپنے والد کی گمشدگی کی شکایت درج کرائی۔ پولیس نے معاملے کو سنجیدگی سے لیتے ہوئے چھوٹے لال کی تلاش شروع کر دی۔ پولیس نے فوری کارروائی کرتے ہوئے گاؤں والوں سے پوچھ گچھ کی، اس دوران پولیس کو ماں بیٹی پر شک ہوا۔ شروع میں دونوں پولیس کو گمراہ کرتے رہے لیکن سختی سے پوچھ گچھ کے بعد دونوں ٹیلیکن دونوں نے اعترافِ جرم کر لیا۔

یوپی میں خواتین ملازمین کو بڑی راحت

ہائی کورٹ نے دوسری زچگی چھٹی پر اہم حکم جاری کیا

لکھنؤ: 14 اگست (پی این ایس) الہ آباد ہائی کورٹ کی لکھنؤ بنچ نے سرکاری ملازمت میں خواتین کے لیے زچگی کی چھٹی کے بارے میں ایک اہم فیصلہ جاری کیا ہے۔ عدالت نے واضح کیا کہ دو سال کے اندر دوسری زچگی چھٹی لینے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اتر پردیش حکومت کے ذریعہ اپنایا گیا میٹرنٹی بینیفٹ ایکٹ، 1961 مالیاتی ہینڈ بک کے ضابطہ پر موثر ہوگا۔ جسٹس پنکج بھاٹیہ نے سیما کی عرضی کو قبول کرتے ہوئے یہ حکم جاری کیا۔ عدالت نے 20 جولائی 2026 کو اس کی زچگی کی چھٹی کو مسترد کرنے کے حکم کو کالعدم قرار دے دیا۔ متعلقہ اتھارٹی کو ہدایت دی گئی ہے کہ سیما کو 17 جون سے 13 دسمبر 2026 تک 180 دن کی زچگی کی چھٹی دی جائے اور تمام خدمات کے فوائد فراہم کیے جائیں۔ سیما سلطان پور روڈ پر واقع کلیان سنگھ کینسر انسٹی ٹیوٹ میں کام کرتی ہیں۔ اس نے 17 جون سے 13 دسمبر تک چھٹی کے لیے درخواست دی تھی۔ محکمہ نے فنانشل ہینڈ بک کے رول 153(1) کا حوالہ دیتے ہوئے درخواست کو مسترد کر دیا تھا۔ سیما کی نمائندگی کرنے والے ایڈوکیٹ پرشانت دیو سنگھ نے انوپم یادو، انشورانی اور ستکشی مشرا کے مقدمات میں عدالتی فیصلوں کا حوالہ دیا۔ انہوں نے کہا کہ اتر پردیش حکومت نے اپنے ملازمین پر میٹرنٹی بینیفٹ ایکٹ لاگو کیا ہے۔ عدالت نے کہا کہ فنانشل ہینڈ بک کی دفعات محض انتظامی ہدایات ہیں، جبکہ میٹرنٹی بینیفٹ ایکٹ قانونی قانون ہے۔ تصادم کی صورت میں قانون کی بالادستی ہوگی۔ عدالت نے کہا کہ ایکٹ میں دوسری حمل کے لیے دو زچگی کی چھٹیوں کے درمیان دو سال کے وقفے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے اس بنیاد پر چھٹی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

راجستھان بلدیاتی انتخابات کے لیے بی جے پی نے 6 رہنماؤں کو ذمہ داری سونپی، ہریش دویدی انچارج مقرر

لکھنؤ/نئی دہلی، 14 اگست (یواین آئی) بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) نے راجستھان میں ہونے والے آئندہ بلدیاتی انتخابات کی تیاریوں کو تیز کرتے ہوئے انتخابی انچارج اور معاون انچارج مقرر کیے ہیں۔ پارٹی صدر نتن نوین نے ان تقرریوں کو منظوری دے دی ہے۔

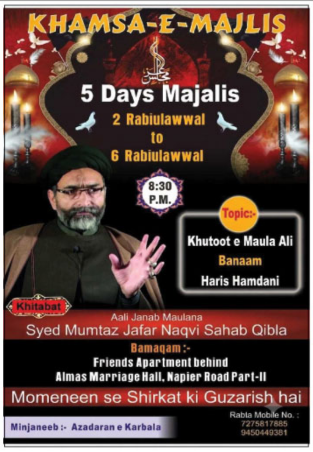

جشن کے ساتھ احتساب کی بھی ضرورت

جب بھی یوم آزادی یا یوم جمہوریہ آتا ہے تو گلیاں، بازاروں، اسکولوں اور سرکاری عمارتوں کو ترنگے کے رنگوں سے سجادیا جاتا ہے۔ کہیں پرچم کشائی ہوتی ہے، کہیں قومی ترانہ گونجتا ہے، کہیں بچے تقریریں کرتے ہیں، کہیں مٹھائیاں تقسیم ہوتی ہیں اور کہیں آزادی کے نغمے سنائی دیتے ہیں۔ بلاشبہ یہ سب ہماری قومی خوشی کا اظہار ہے، لیکن کیا بس کافی ہے، کیا اتنا ہی ضروری ہے۔ یا یہ ضروری ہے، یہ سوال ہر قومی تیوہار کے موقع پر ذہن کو پریشان کرتا ہے۔

آزادی صرف ایک دن نہیں، ایک احساس ہے، ایک جذبہ ہے، صرف ایک تاریخ نہیں، ایک تاریخ ساز سفر ہے۔ صرف پرچم نہیں، اس پرچم کی حرمت کا تقاضا بھی ہے۔ صرف خوشی نہیں، اُن لوگوں کو یاد کرنے کا موقع بھی ہے جنھوں نے اس ملک کی آزادی کے لیے اپنا آج قربان کیا تاکہ آنے والی نسلیں اپنا کل آزادی کے ساتھ گزار سکیں۔ اس لیے 15 اگست ہمیں صرف جشن کی تیاری نہیں، یاد اور شعور کی تیاری بھی کرنی چاہیے۔ ہمیں یاد کرنا چاہئے اور اپنے بچوں کو بتانا چاہیے کہ آزادی کسی ایک دن میں حاصل نہیں ہوئی۔ اس کے پیچھے ایک طویل جدوجہد اور ایک ایسا سفر ہے جس میں بے شمار لوگوں نے اپنا سکون، اپنا مال، اپنی عزت، اپنی جوانی اور اپنی زندگی تک قربان کر دی۔ اوران قربانیوں کی داستان میں ہمارے علماء، صوفیاء، مجاہدین، دانشوروں، کسانوں، مزدوروں، طلبہ اور عام ہندوستانیوں کی قربانیاں بھی شامل ہیں۔

15 /اگست کے موقع پر اپنے بچوں کو ایک جگہ بٹھا کر انہیں بتایئے کہ آج جس ملک میں وہ آزادانہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں، کاروبار کر رہے ہیں، عبادت کر رہے ہیں، اپنی زبان بول رہے ہیں اور اپنی رائے کا اظہار کر رہے ہیں، اس آزادی کے پیچھے کتنی نسلوں کی محنت اور قربانی ہے۔ انہیں بتایئے کہ قومیں صرف مستقبل سے نہیں بنتیں، قومیں اپنے ماضی کو یاد رکھ کر مستقبل تعمیر کرتی ہیں۔ جس نسل کو اپنی تاریخ یاد نہیں رہتی، اس کے ہاتھ میں مستقبل تو ہوتا ہے، مگر سمت نہیں ہوتی۔ ہندوستان کی آزادی کی تاریخ بہت وسیع ہے۔ اس میں مختلف مذاہب، طبقات، علاقوں اور قوموں کے لوگوں نے اپنا کردار ادا کیا۔ ہندوستان کی آزادی کسی ایک طبقے کی قربانی کا نتیجہ نہیں بلکہ مختلف طبقات کی مشترکہ جدوجہد کا ثمر ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ کا ذکر آئے تو یہ حقیقت بھی سامنے رکھنی چاہیے کہ برصغیر کے بہت سے علماء نے انگریزی اقتدار کے خلاف آواز بلند کی اور آزادی کی جدوجہد میں نمایاں کردار ادا کیا۔ خصوصاً علمائے دیوبند کی جدوجہد ہندوستان کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ دارالعلوم دیوبند نے اپنے قیام کے بعد دینی تعلیم کے میدان میں ایک نمایاں مقام حاصل کیا، لیکن اس سے وابستہ متعدد علماء نے اپنے زمانے کے سیاسی اور سماجی حالات میں بھی اپنا کردار ادا کیا۔

1857 کی جدوجہدِ آزادی کے زمانے میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ جیسے اکابر کا نام تاریخ میں آتا ہے۔ بعد کے ادوار میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے آزادی کی جدوجہد کو منظم کرنے کے لیے کوششیں کیں۔ ان کی جدوجہد اور مالٹا کی قید اس بات کی علامت ہے کہ آزادی کا راستہ صرف تقریروں اور نعروں سے نہیں، قربانی اور استقامت سے گزرتا ہے۔ اسی سلسلے میں ریشمی رومال تحریک بھی تاریخ کا ایک اہم باب ہے، جس کا مقصد برطانوی اقتدار کے خلاف جدوجہد کو منظم کرنا تھا۔ یہ واقعات ہماری نئی نسل کے لیے محض ماضی کے قصے نہیں ہونے چاہئیں، بلکہ عزم، قربانی، استقامت اور قومی ذمہ داری کے اسباق ہونے چاہئیں۔

ہمیں اپنے بچوں کو ضرور سمجھانا چاہیے کہ ہندوستان کی آزادی ایک مشترکہ قومی جدوجہد تھی۔ اس ملک کے مختلف مذاہب اور طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے آزادی کے لیے قربانیاں دیں۔ کسی نے جیل کاٹی، کسی نے مال قربان کیا، کسی نے جان دی، کسی نے قلم کے ذریعے آواز اٹھائی اور کسی نے میدانِ عمل میں جدوجہد کی۔ اس لیے آزادی کی تاریخ کو کسی ایک مذہب، طبقے یا جماعت تک محدود کرنا درست نہیں۔ ہمیں اپنے بچوں کو یہ بھی بتانا چاہیے کہ ہندوستان کی خوبصورتی اس کی گونا گونی، کثیر الجہتی، کثیر الثقافتی، کثیر اللسانی، اور کثیر التہذیبی میں ہے۔ یہاں مختلف زبانیں ہیں، مختلف مذاہب ہیں، مختلف لباس کے پہننے والے ہیں اور مختلف کھانے کے کھانے والے ہیں لیکن ملک سب کا ہے اور اس کی تعمیر میں حصہ بھی سب کا ہے ساتھ ہی اس کی سالمیت اور بقا بھی سب کی ذمہ داری ہے۔ ہم اکثر آزادی کو صرف اپنے حقوق کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمیں بولنے کی آزادی ہے، تعلیم کا حق ہے، مذہبی آزادی ہے، ووٹ کا حق ہے، ترقی کا حق ہے۔ یقیناً یہ سب اہم ہیں۔ لیکن آزادی کا دوسرا رخ بھی ہے وہ ہے فرائض۔ جس طرح ملک سے حقوق لینا ہمارا حق ہے، اسی طرح ملک کے لیے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ ایک اچھا شہری وہ نہیں جو صرف یہ پوچھے کہ ملک نے میرے لیے کیا کیا؟ بلکہ وہ یہ بھی اپنے آپ سے پوچھے کہ میں نے اپنے ملک کے لیے کیا کیا۔ وطن سے محبت صرف زبان سے کہے گئے چند الفاظ نہیں، روزمرہ کے کردار میں نظر آنے والی حقیقت ہے۔ ہمیں اپنے حق کے ساتھ دوسرے کے حق کا بھی احترام کرنا ہوگا۔ یہی وہ سبق اور یہی وہ نکتہ اور یہی وہ روشنی ہے جو ہمیں اپنی نئی نسل کو دینا ہی ہے۔

آزاد بھارت کے مشعل بردار

سی پی رادھا کرشنن
نائب صدر جمہوریہ ہند

بھارت کے 80 ویں یوم آزادی کی تقریبات کے اس عظیم الشان موقع پر، میں ہر بھارت واسی کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں ان تمام مجاہدین آزادی کو بھی خراج عقیدت پیش کرتا ہوں ، جنھوں نے بھارت کی آزادی کے حصول کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ گزشتہ ہفتے انڈمان و نکوبار جزائر کے اپنے دورے کے دوران، مجھے ’ہر گھر ترنگا مہم‘ کے تحت، قومی پرچم کو لہرانے اور عظیم محب وطن نیتاجی سبھاش چندر بوس جی کے ذریعے ترنگا لہرانے کے تاریخی واقعے کو یاد کرتے ہوئے ، انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ میرے لیے یہ ایک انتہائی جذباتی اور یادگار تجربہ رہا کہ میں، اسی مقدس سرزمین پر کھڑا تھا، جہاں نیتاجی کی آزاد ہند فوج نے 30 دسمبر 1943ء کو بھارتی سرزمین پر پہلی مرتبہ ترنگا لہرایا تھا۔ اس موقع پر مجھے نیتاجی سبھاش چندر بوس جی کا ستمبر، 1939ء میں مدورائی کا دورہ بھی یاد آیا، جہاں وہ پاسوپمون متھورا مالنگا تھیور جی کی دعوت پر تشریف لائے تھے۔ یہ تاریخی موقع خطے کے بے شمار محب وطن افراد کے لیے تحریک اور حوصلے کا باعث بنا تھا۔

ایک اور نہایت متاثر کن لمحہ قومی یادگار سیلولر جیل کا میرا دورہ تھا، جہاں مادر وطن بھارت کے عظیم سپوتوں، جناب ویر ساورکر جی، جناب یوگیندر شکلا جی، جناب بٹوکیشور دت جی، جناب سچندر ناتھ سانیال جی اور دیگر کئی مجاہدین آزادی کو نوآبادیاتی فورسز نے قید کرکے تنہائی میں رکھا تھا۔ آج بھی اس قومی یادگار کی دیواریں، ان بہادر سپوتوں کی شجاعت، مصائب اور عظیم قربانیوں کی داستانیں سناتی محسوس ہوتی ہیں، جنہوں نے بھارت کی آزادی اور وقار کے لیے اپنی جانیں قربان کردیں۔ اس دورے نے، مجھے ان تمام مشعل برداروں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے یہ مضمون تحریر کرنے کی تحریک دی، جنھوں نے لاکھوں لوگوں کے دلوں میں حب الوطنی کی شمع کو روشن کیا اور ملک کو آزادی کی منزل کی طرف گامزن کیا۔ مجھے 9 اگست کو انڈمان جزائر میں ’ہر گھر ترنگا‘ مہم کا آغاز کرنے پر بے حد خوشی ہوئی، جب ہم ’بھارت چھوڑو تحریک‘ کی یاد منا رہے تھے۔ 1942ء میں بابائے قوم، راشٹر پتا مہاتما گاندھی جی نے ’بھارت چھوڑو تحریک‘ شروع کی اور قوم کو ایک ولولہ انگیز ”کرو یا مرو“ کا نعرہ دیا۔ اس پکار کے نتیجے میں پورے ملک میں آزادی حاصل کرنے کی ایک زبردست تڑپ پیدا ہوگئی۔ آج ہم اس نسل کی بدولت، جس نے اپنے دور کی نوآبادیاتی طاقتوں کے خلاف ڈٹ کر مقابلہ کیا، آزادی کی فضا میں سانس لینے اور ایک جمہوری نظام کے تحت آئینی حقوق کے ساتھ زندگی گزارنے کی نعمت سے مالا مال ہیں۔ ملک کے طول وعرض میں پھیلے لاکھوں بہادر مجاہدین آزادی نے غیر معمولی عزم اور قربانی کے جذبے کے ساتھ جدوجہد کی اور ان میں سے بے شمار مجاہدین آزادی نے مادر وطن بھارت کو آزاد دیکھنے کے لیے اپنی قیمتی جانیں قربان کردیں۔

مجاہدین آزادی کا رنگارنگ کارواں

مجاہدین آزادی خواہ شمال میں کشمیر سے تعلق رکھتے ہوں یا جنوب میں تمل ناڈو سے؛ مغرب میں گجرات سے ہوں یا مشرق میں آسام سے، ہر خطے، طبقے، عمر اور جنس سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے ایک مشترکہ مقصد، مادر وطن بھارت کی آزادی کے لیے متحد ہوکر جدوجہد کی۔ جنگ آزادی کی پہلی جدو جہد کے دوران ، مزاحمت کی لازوال علامت بننے والی جھانسی کی رانی لکشمی بائی جی کی بہادری، منگل پانڈے جی کی شجاعت اور بال گنگادھر تلک جی کی وہ بے خوف للکار، جس نے یہ اعلان کر کے پوری قوم میں بیداری پیدا کردی کہ ”سوراج میرا پیدائشی حق ہے اور میں اسے حاصل کر کے رہوں گا“، آزادی کی جانب بڑھتے ہوئے سفر کو مسلسل تقویت دیتی رہی۔ وی او چدمبرم پلئی نے ، بھارت کی پہلی مقامی بحری کمپنی قائم کر کے نوآبادیاتی معاشی تسلط کو چیلنج کیا اور ثابت کیا کہ آزادی کی جدوجہد صرف میدانِ جنگ تک محدود نہیں تھی بلکہ تجارت اور معیشت کے میدان میں بھی لڑی گئی۔ بھگت سنگھ جی، راج گرو جی اور سکھ دیو جی کے انقلابی جذبے نے نسلوں کو آزادی کی خاطر قربانی دینے کی ترغیب دی، جبکہ رانی گائیڈن لیو جی کے ناقابلِ شکست حوصلے نے شمال مشرق میں برطانوی اقتدار کے خلاف مزاحمت کی شمع روشن رکھی۔ آسام میں کم عمر کنک لتا بروا جی نے بے مثال شجاعت کے ساتھ قومی پرچم تھامے ہوئے ’بھارت چھوڑو تحریک‘ کی قیادت کرتے ہوئے اپنی جان قربان کردی۔ بھگوان برسا منڈا جی اور کئی دیگر قبائلی رہنماؤں نے بھی نوآبادیاتی اقتدار کے خلاف تاریخی مزاحمت کی قیادت کی۔ تاریخ کے صفحات ایسی بے شمار داستانوں سے بھرے پڑے ہیں، جو ثابت قدمی، بہادری اور عزم کی مثالیں پیش کرتی ہیں۔ یہ تمام داستانیں مل کر شجاعت اور قربانی کا ایک شاندار رنگارنگ کارواں تشکیل دیتی ہیں اور ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ بھارت کی آزادی بے شمار جانبازوں کے اجتماعی عزم اور جدوجہد کے نتیجے میں حاصل ہوئی، جن کی وراثت آج بھی نسلوں کو مسلسل تحریک اور حوصلہ فراہم کررہی ہے۔

تحریک آزادی میں ترو پور

اس یوم آزادی کے موقع پر ، میں ترو پور کمارن کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں، جو عام طور پر ’کوڈی کاتھا کمارن‘ (پرچم کے محافظ کمارن) کے نام سے مشہور ہیں۔ انہیں یہ اعزاز اس وقت حاصل ہوا، جب انہوں نے آزادی کی جدو جہد کے دوران، ترو پور، جو میرا آبائی مقام ہے، میں اپنی جان قربان کردی، لیکن موت کے سامنے بھی قومی پرچم کو زمین پر گرنے نہیں دیا۔ کمارن کے دل میں کم عمری ہی سے حب الوطنی کی شمع روشن تھی۔ ”سوراج ہمارا پیدائشی حق ہے“ کے نعرے سے متاثر ہوکر، وہ آزادی کی جدوجہد میں شامل ہوگئے۔ مہاتما گاندھی کے نظریات سے گہری وابستگی رکھتے ہوئے کمارن نے عوام، بالخصوص نوجوانوں میں قوم پرستی کا جذبہ بیدار کرنے کے لیے ”دیش بندھو یوتھ ایسوسی ایشن“ قائم کی۔ کمارن کا پختہ یقین تھا کہ حقیقی آزادی اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے، جب عوام نوآبادیاتی حکمرانی کی ناانصافیوں سے باخبر ہوں اور ان کے خلاف مزاحمت کرنے کی جرأت اور واضح سوچ پیدا کریں۔ گاندھیائی نظریات کے تحت، سماجی اصلاح کے لیے پُرعزم کمارن نے شراب نوشی پر پابندی کی بھرپور حمایت کی اور اسے سماجی وقومی احیا کی جانب ایک اہم قدم قرار دیا۔ اسی مقصد کے تحت، انہوں نے تاڑی کی دکانوں کے باہر احتجاج اور پُرامن دھرنوں میں حصہ لیا، عوام کو شراب سے دور رہنے اور بھارت کی آزادی کی وسیع تر جدوجہد کے لیے ضبط نفس اختیار کرنے کی ترغیب دی۔

کمارن نے سول نافرمانی تحریک کے دوران 10 جنوری، 1932ء کو ایک جلوس کی قیادت کی۔ ہاتھ میں قومی پرچم تھامے اور چند بہادر ساتھیوں کے ہمراہ، جب وہ آگے بڑھ رہے تھے تو ترو پور کی سڑکوں پر ’وندے ماترم‘ کے ولولہ انگیز نعرے گونج رہے تھے۔ نوآبادیاتی حکمرانوں کی فوج نے جلوس پر حملہ کردیا۔ کمارن کی زبان پر ’وندے ماترم‘ کا نعرہ تھا اور قومی پرچم ان کے جسم سے مضبوطی سے لپٹا ہوا تھا۔ حملے میں ان کے سر پر شدید چوٹیں آئیں اور انہوں نے قوم کی خاطر اپنی جان قربان کردی۔ موت کے وقت ان کی عمر محض 27 برس تھی۔

جب میں ترو پور کمارن کی عمر لکھ رہا ہوں تو مجھے مادر وطن بھارت کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے والے کئی دیگر نوجوانوں کی یاد آرہی ہے۔ ان میں بھگت سنگھ (23 سال)، سکھ دیو (23 سال)، راج گرو (22 سال)، خودی رام بوس (18 سال)، کنک لتا بروا (18 سال)، اننت لکشمن کانہیرے (19 سال)، وانچی ناتھن (25 سال) اور بہت سے دوسرے نوجوان شامل ہیں، جنہوں نے اپنی زندگی قربان کرکے بھارت کی تحریک آزادی کی تاریخ کے صفحات میں اپنے نام ہمیشہ کے لیے امر کردیے۔ میں، معزز وزیراعظم جناب نریندر مودی جی کی اس پہل کی ستائش کرتا ہوں، جس کے ذریعے ملک کی تحریک آزادی کے ان گمنام جانبازوں کو نمایاں مقام دیا جارہا ہے، جنہیں طویل عرصے تک وہ پہچان نہیں مل سکی، جس کے وہ مستحق تھے۔ میں، ان تمام معروف اور غیر معروف مجاہدین آزادی کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اس تاریخی موقع پر، آیئے ہم اپنی مادر وطن کے تئیں اپنے عزم پر غور کریں اور اسے ایک بار پھر مضبوط کریں۔ آیئے، اس امرت کال میں 2047ء تک وِکست بھارت کی تعمیر کے لیے خود کو وقف کریں اور اپنے ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لیے مل کر کام کریں۔ یہی ان بہادر سپوتوں کے لیے سب سے موزوں خراج عقیدت ہوگا، جنہوں نے غیر متزلزل حوصلے کے ساتھ جدوجہد کی اور ہماری آزادی کے حصول کے لیے اپنی جانیں قربان کردیں۔

☆☆☆

تاریخ تحریک آزادی: 1857 سے پہلے

محمد شارب ضیاء رحمانی

اورنگ زیب کی وفات کے بعد یوروپ کی وہی سفید فام طاقتیں جن پر عالم گیر کے دادا نے شاہانہ عنایات کی بارش کی تھی، جن کو شاہ جہاں نے شکنجہ تادیب میں کسا تھا اور خود عالم گیر نے جنھیں پہلے ملک بدر کیا، پھر معاف کر کے تجارت کی اجازت دی تھی ، چند برس گزرے تھے کہ اورنگ زیب کی راجدھانی پر غیر ملکی طاقتوں کا تسلط ہوگیا، صوبوں کے گورنر خود مختار ہوگئے اور مغل شہنشاہ کی حیثیت محض ایک ’دعا گو مرشد‘ کی رہ گئی۔ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں جنہوں نے سب سے پہلے ’آزادی‘ کا خواب دیکھا، غلط نظام کو توڑنے کی بات کہی اور عوام وخواص کی سب سے پہلے ذہن سازی کی، وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ ہیں۔ بعد میں آپ کے تلامذہ ،شاگردوں اور مریدوں نے اپنے راہنما کے اصولوں کی روشنی میں آزادی کی اہم تحریکیں چلائیں۔ شاہ صاحبؒ کے قلب حساس میں ایک طرف بربادی وطن کا درد تھا، تو دوسری طرف آپ کا مغز بیدار، تلاش اسباب اور فکر علاج میں مشغول تھا۔ اس اضطراب میں آپ نے اصلاحی جدوجہد شروع کی اور ذہنی آزادی کا بگل بجایا۔ 1728 میں آپ نے حجاز مقدس کا سفر کیا اور روحانی مشاغل کے ساتھ ساتھ یورپ اور ایشیا کے لوگوں سے ان ممالک سے متعلق پوری تفصیلات حاصل کیں۔ اس سفر میں ضمیر کی آواز نے یہ فیصلہ بھی سنا دیا کہ ان تباہیوں کا واحد علاج ’فک کل نظام‘ ہے۔ چناں چہ آپ نے اصلاحی نظریات مرتب کیے۔

ممکن تھا کہ اس زمانہ کے جنگجو سرداروں کی طرح آپ بھی تلوار ہاتھ میں اٹھا لیتے ، مگر اس طرح وہ ہمہ گیر انقلاب جو آپ کا نصب العین تھا، پورا نہ ہوتا۔ اس مقصد کی تکمیل اسی وقت ہوسکتی تھی کہ رائے عامہ آپ کے اصلاحی نظریات کو اپنا لیتی۔ اس کے لیے پہلے تعلیم وتربیت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ تعلیم وتربیت کا انتظام جدوجہد آزادی کا مقدمہ اور پہلا پروگرام طے پایا (علمائے ہند کا شاندار ماضی: 2ص 62)۔ سلاطین مغلیہ میں عالمگیر سے لے کر گیارہویں تاجدار شاہ عالم کا زمانہ شاہ صاحب کی نظروں کے سامنے گزرا ہے ،ہندوستان پر ابدالی کے کم وبیش سات حملے آپ کی زندگی میں ہوئے۔ بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ احمد شاہ ابدالی کا ہندوستان آنا اور نجیب الدولہ کا امیر الامرا ہوجانا یہ سب کچھ حضرت شاہ ولی اللہ کی سیاسی بصیرت کا نتیجہ تھا۔ اس کے علاوہ پانی پت کا میدان کارزار حقیقت میں شاہ صاحب کا ہی سجا سجایا تھا۔ اگر سلطنت مغلیہ میں تھوڑی بھی جان ہوتی تو پانی پت کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر اپنے اقتدار کو قائم کرنے کی کوشش کرتی۔ اس کے ساتھ ہی بہار سے شاہ عالم ثانی کو آپ نے دہلی اسی لیے بلایا تھا کہ وہ انگریزوں کے اثر سے نکل آئیں اور دہلی آ کر اپنی طاقت کا استحکام کرلیں (دیباچہ مکتوبات شیخ الاسلام)

شاہ صاحب کے بعد اس تحریک کی ذمہ داری آپ کے خلف اکبر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے سرآئی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے زمانہ میں دہلی کے حالات مزید ابتر ہوگئے ، انگریزوں کا اقتدار اور ان کا ظلم وستم مزید بڑھتا گیا۔ ایسے نازک حالات میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ یقیناً تاریخ جدوجہد آزادی کا گرانقدر حصہ ہیں۔ فک کل نظام اور ہمہ گیر انقلاب کا تصور جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی وفات تک چند ذہنوں میں مخصوص امانت کی حیثیت سے موجود تھا، اب ملک کا عام جذبہ بن گیا تھا اور اس تحریک کی آواز ہندوستان سے گذر کر ایشیا کے دور دراز علاقوں تک پہونچ چکی تھی۔ چنانچہ آپ کی فکری اور تعلیمی تربیت کا اثر سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تحریک جدوجہد آزادی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ شاہ صاحبؒ نے ہندوستان کو ’دارالحرب‘ قرار دے کر انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ فتوی کی زبان گو کہ مذہبی ہے، مگر روح سیاسی ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ چونکہ قانون سازی کے سارے اختیارات عیسائیوں کے ہاتھوں میں ہیں، مذہب کا احترام ختم ہے اور شہری آزادی سلب کرلی گئی ہے لہٰذا ہر محب وطن کا فرض ہے کہ وہ اس اجنبی طاقت کے خلاف اعلان جنگ کرے اور جب تک اس کو ملک بدر نہ کردے ، اس وقت تک زندہ رہنا حرام جانے۔ اس فتوی سے صاف ظاہر ہے کہ شاہ صاحب ،انگریزوں کے مظالم سے بلاتفریق مذہب وملت ہر ایک کو آزادی دلانا چاہتے تھے۔ لہٰذا شاہ صاحب نے اپنے لوگوں کو سید احمد کے ساتھ نواب امیر علی خاں کی فوج میں بھرتی کرا کے اپنے فتوی کی عملی شکل بھی پیش کردی (علمائے ہند کا شاندار ماضی ص 39 /نقش حیات ج2، ص 11)۔

شاہ صاحب نے دو جماعتوں کی تشکیل کی۔ ایک کے میر کارواں سید احمد شہید مقرر ہوئے، جن کے مشیر اور اہم رکن مولانا عبدالحی اور شاہ اسماعیل شہید قرار پائے۔ اس جماعت کو دیگر ممالک سے رابطہ کرنے اور عسکری تربیت کی ذمہ داری دی گئی۔ دوسری جماعت شاہ اسحاق دہلوی، شاہ محمد یعقوب دہلوی، مفتی رشید الدین ، مفتی صدر الدین ،مولانا حسن علی لکھنوی ،مولانا حسین احمد ملیح آبادی اور شاہ عبدالغنی جیسے اصحاب علم وفن پر مشتمل تھی، جنہیں تعلیمی میدان میں خدمات انجام دینے کے لئے منتخب کیا گیا۔ آزادی کے متوالوں کا یہ قافلہ 1818 میں دہلی سے روانہ ہوا اور پورے ملک میں ان رہنماؤں کے ذریعہ اصلاحی خدمات کے سات ساتھ سپاہیانہ ورزشیں بھی کرائی جانے لگیں۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تحریک کی جڑیں نظریاتی ،مذہبی اور علمی اعتبار سے مضبوط بنیادوں پر قائم ہیں جن کو ہندوستان کا سیاسی انقلاب اپنی جگہ سے ہلا نہ سکا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شاہ صاحب یا سید احمد شہید کی تحریک سیاسی حیثیت سے ناکام رہی ،میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ بات نیند میں کہہ دی ہے۔ ناکامی کی وجہ، اصول کی خرابی ہوتی ہے۔ جب اصول صحیح ہیں تو پھر ناکامی اور شکست کے کیا معنیٰ؟ صحیح اصولوں کو نہ تو تاریخ میں کبھی شکست ہوئی ہے اور نہ ہوگی کیونکہ جو انقلاب صحیح علم کے بعد لایا جاتا ہے ،وہ بہت پائیدار اور ناقابل تسخیر ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ تاریخی حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ حضرت سید احمد شہید کا مقصد، ملک کے ہندو اور مسلمانوں کو کمپنی بہادر کے اقتدار سے نجات دلانا تھا مگر یہ ہندوستان کی بدقسمتی تھی کہ پنجاب کے مسلمانوں کی زبوں حالی سے رنجیت سنگھ سے مقابلہ کرنا پڑا اور بالاکورٹ میں ہی مجاہدین کو حیات جاودانی نصیب ہوگئی ، مگر اس نے ملک کے اندر ایک انقلابی روح پھونک دی اور ایک ایسی بنیاد قائم کردی جس پر تحریک آزادی کی عمارت کھڑی کی جاسکی۔ سید صاحب کے مقصد کو نہ سمجھنے کی بنا پر بعض مدعیان اصلاح وتجدید کو دھوکہ ہوگیا اور اس تحریک کو جہاد آزادی سے الگ سمجھا جانے لگا۔

سید احمد شہید صاحب کا اصل مقصد چونکہ صرف اور صرف ہندوستان سے انگریزی تسلط کا قلع قمع تھا، اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور صاف صاف بتادیا کہ آزادی کے بعد حکومت کس کی ہوگی، اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہے چنانچہ اس حوالہ سے گوالیار کے مہاراج دولت رائے اور راجہ بندو رائے کو آپ نے جو خط تحریر فرمایا ہے، اسے غور سے پڑھنا چاہئے۔

ادھر صادق پور پٹنہ میں سید احمد شہید کی تحریک سے متاثر ہوکر مولانا ولایت علی ،مولانا عنایت علی ،مولانا فرحت علی ،مولانا احمد اللہ اور مولانا یحیٰ علی علمائے صادق پور نے پورے انہماک کے ساتھ اس تحریک کو آگے بڑھایا، جس کے نتیجہ میں ان حضرات پر سازش کا مقدمہ چلایا گیا۔ تاریخ آزادی کے صفحات میں ان علمائے صادق پور کی قربانیاں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ 1857 سے پہلے کی جدوجہد آزادی میں تحریک شاہ ولی اللٰہی کے جانبازوں کے علاوہ ایک اہم نام حافظ الملک رحمت خاں کا ہے۔ حافظ الملک رحمت خاں نے نواب سعداللہ خاں کے انتقال اور روہیل کھنڈ کے حاکم بننے کے بعد ملک دشمن طاقتوں کے خلاف خوب لوہا لیا اور انگریزوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ آپ کی فوج میں علمائے ومشائخ کی بڑی تعداد تھی جن میں سب سے مشہور مولانا سید احمد کی ذات گرامی تھی ،ان کا عرفی نام ’شاہ جی بابا‘ تھا۔ 1749 میں حافظ الملک نے آپ کو نواب قائم خاں کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا، اسی طرح حافظ الملک کی فوج کے حافظ جمال اللہ کا نام 1774 کی جنگ کے سپاہیوں میں سرفہرست ہے۔ ان کے علاوہ مولانا غلام جیلانی بہادر نے 1781 میں انگریزوں کے خلاف جنگ میں فیض اللہ خاں کے سپاہیوں کی قیادت فرمائی (اخبار الصنادید، ج1، ص385)۔

ان کے علاوہ سینکڑوں علما حافظ الملک رحمت خاں کے ساتھ محاذ پر رہتے۔ 1774 کی جنگ میں تو بہت سارے علما کو گرفتار کر کے لے جایا گیا جن میں قاضی محمد سعید خاں بھی شامل تھے۔

جنگ دوجوڑہ تحریک آزادی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے یہ جنگ 1857 سے بہت پہلے 24 اکتوبر 1794 کو لڑی گئی، جس میں ملا عبدالرحیم رامپوری اور مولانا غلام جیلانی نے روہیلیوں کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف پیش قدمی کی تھی۔ اس کے علاوہ 1844 میں مولانا شریعت اللہ نے فرائضی تحریک چلائی۔ اس تحریک نے تقریباً ساٹھ برسوں تک اپنی جدوجہد کو جاری رکھا یہاں تک کہ انگریزوں کا مکمل بائیکاٹ کر کے ایک نوع کی متوازی حکومت قائم کردی تھی (سرگذشت مجاہدین ص 612)۔

کیرالہ میں جو جنگیں انگریزوں کے خلاف لڑی گئیں وہ بھی تو اٹھارہ سوستاون سے پہلے کی ہی تاریخ کا حصہ ہیں۔ 1836 سے 1840 تک علمائے کیرالہ نے کئی معرکے انگریزوں کے خلاف سر کیے (المسلمون فی کیرالہ 59)۔ مجاہدین آزادی کی اس فہرست میں ایک اہم نام مولانا احمد اللہ شاہ ہے۔ آپ جے پور، ٹونک ، دہلی، آگرہ اور گوالیار کا دورہ کرکے انگریزوں کے خلاف بغاوت کا عمومی جذبہ پیدا کرتے رہے ،پھر اکتوبر 1856 میں لکھنو وارد ہوئے اور فقیرانہ لباس میں اپنا کام کرتے رہے، انگریزوں نے گرفتاری کے لیے مسلح دستہ روانہ کیا، یہ جنگ دس دنوں تک چلی ،پھر 8 جون 1857 کو فیض آباد میں زبردست بغاوت ہوئی، انگریز افسروں کو قید کرلیا گیا اور آپ جیل سے چھڑا کر انقلابیوں کے لیڈر منتخب کئے گئے۔ (محاربہ عظیم ص 453)۔

ان سب کے علاوہ 1857 سے ٹھیک سو برس پہلے 1757 میں سراج الدولہ اور انگریزوں کے خلاف زبردست جنگ کو کون فراموش کرسکتا ہے ۔ 1763 میں بنگال کے نواب میر قاسم نے انگریزوں کے خلاف جنگ کی۔ پھر ایک سال بعد شجاع الدولہ کے ساتھ مل کر میر قاسم نے بکسر کے مقام پر تاریخی جنگ لڑی۔ اس کے علاوہ 1799 میں انگریزوں کے خلاف ٹیپو سلطان کی اس جنگ کو کون بھول سکتا ہے جس میں اس مرد مجاہد کی شہادت ہوئی اور شہادت کے بعد سینے پر پاؤں رکھ کر انگریز سپہ سالار نے کہا تھا ”آج ہندوستان ہمارا ہے۔“ یہ بھی تو 1857 سے بہت پہلے ،نصف صدی سے زائد قبل کی جنگ ہے۔

ان تمام تاریخی حقائق اور اتنی طویل تاریخ جدوجہد آزادی کے بعد 1857 کی جنگ کو پہلی جنگ آزادی قرار دینا درحقیقت اس سے پہلے کی سوبرسوں پر محیط جدوجہد آزادی پر پردہ ڈالنے کی منصوبہ بند کوشش ہے۔

اگر 1857 کی جنگ کو اس لیے پہلی جنگ آزادی کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ ملک گیر جنگ تھی، جب کہ پہلی کی جنگیں علاقائی سطح پر لڑی گئیں تو یہ بھی بتانا چاہیے کہ 1857 کے بعد کیا پھر اسی طرح ملک گیر جنگ ہوئی؟ اگر 1857 کی جنگ ،پہلی جنگ آزادی تھی تو دوسری جنگ کون سی تھی؟ پھر کس بنیاد پر 1857 کو پہلی جنگ قرار دے کر اس سے قبل کی سوسالہ جدوجہد آزادی کو فراموش کردیا جائے؟ یہ بھی بحث کا موضوع ہے کہ کیا مؤرخین نے اس امر میں انصاف سے کام لیا ہے ؟ جدوجہد آزادی کی تاریخ کو سیاسی عینک ہٹا کر دیکھنے اور نئی نسل کو بتانے کی ضرورت ہے کہ تحریک آزادی کے روح رواں مسلمان رہے ہیں اور جسے پہلی جنگ قرار دیا جارہا ہے، اس سے سو سال قبل ہم نے نہ صرف آزادی کا بگل بجایا تھا، بلکہ صف اول کی قیادت ہم نے کی تھی:

کس کس جگہ بیاض وطن سے تم مٹاؤ گے
ہر ہر ورق پہ مہر وفا کرچکے ہیں ہم

sharibziarahmani@gmail.com

> اگر 1857 کی جنگ کو اس لیے پہلی جنگ آزادی کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ ملک گیر جنگ تھی، جب کہ پہلی کی جنگیں علاقائی سطح پر لڑی گئیں تو یہ بھی بتانا چاہیے کہ 1857 کے بعد کیا پھر اسی طرح ملک گیر جنگ ہوئی؟ اگر 1857 کی جنگ ،پہلی جنگ آزادی تھی تو دوسری جنگ کون سی تھی؟ پھر کس بنیاد پر 1857 کو پہلی جنگ قرار دے کر اس سے قبل کی سوسالہ جدوجہد آزادی کو فراموش کردیا جائے؟ یہ بھی بحث کا موضوع ہے کہ کیا مؤرخین نے اس امر میں انصاف سے کام لیا ہے؟

مالک، پبلشر، پرنٹر و ایڈیٹر تقدیس فاطمہ رضوی نے گروپ 5 پبلی کیشن 55 بی۔ وزیر حسن روڈ، لکھنؤ سے چھپوا کر پہلی منزل مسجد نور محل ماکیت پلی نرہی، لکھنؤ سے شائع کیا۔ ریزیڈنٹ ایڈیٹر: ڈاکٹر ہارون رشید
Proprietor, Publisher, Printer and Editor, Taqdees Fatima Rizvi printed at Group 5 Publication, 55B, Wazir Hasan Road, Lucknow, and published from Masjid Noor Mahal, First Floor, Saket Palli Narhi, Lucknow. , Resident Editor: Dr. Haroon Rasheed, avadhnama@gmail.com, Ph:0522-3506829, 9335135181

تحریکِ آزادی، علماء کرام اور سرسید کا نظریۂ مفاہمت

صغیر افراہیم

وطن عزیز ہندوستان کی تاریخ میں اولین جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ اس واقعہ دست خبر سے ایک طرف دنیا کی ایک عظیم الشان سلطنت کا زوال وسقوط ہوا تو دوسری جانب اسی ناکام انقلاب کی آتش خاموش کی راکھ سے، ملت اسلامیہ ہند کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا۔ ایک غرق آب قوم ازسرنو اُبھری۔

دراصل ہندوستان میں مسلم اقتدار وقوت کے زوال کا آغاز ۱۷۵۷ء میں پلاسی کی جنگ سے ہی ہوگیا تھا، بلکہ اس سے بھی ۱۹ برس قبل نادرشاہ کی یلغار (۱۷۳۸ء) کے بعد ملک کا تنظیمی ڈھانچہ چرمرا گیا تھا اور اس کے بعد احمد شاہ ابدالی کے حملے نے ریاستی نظام کو ہی نہیں تہذیبی، ثقافتی، سماجی اور تمدنی اقدار کو بھی بے حد کمزور کردیا تھا ان واقعات نے درپردہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے کام کو آسان کردیا، اور بتدریج اس کو استحکام بخشا۔ جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ سات سمندر پار سے آنے والوں نے چالاکی اور ہوشیاری سے تجارت کے ساتھ ساتھ اقتدار پر بھی قبضہ جمالیا اور ۱۸۰۳ء میں وہ وقت آگیا کہ مغل بادشاہ صرف نام کا حکمراں رہ گیا اور اصل اختیار واقتدار کمپنی کے ہاتھ میں آگیا۔ دراصل ماضی کے دریچوں سے یہی شہادت ملتی ہے کہ غلامی کی دستک کا جسے لاشعوری طور پر پہلے پہل احساس ہوا وہ صوبۂ بنگال کا حکمراں نواب سراج الدولہ تھا جو ۲۳؍جون ۱۷۵۷ء کے دن پلاسی کے میدان میں ایک مجاہد کی طرح برسرِ پیکار رہا۔ اور رابرٹ کلائیو کے زیر قیادت ایسٹ انڈیا کمپنی کی سازش کا شکار ہوا۔ اپنوں کی دغا اور فریب کی بدولت ہونے والی شکست پر راجہ رام نارائن موزوں نے اپنی تلملاہٹ کو یوں منظوم کیا اور اس ایک شعر نے انھیں اُردو ادب میں زندہ جاوید کردیا

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دِوانہ اُٹھ گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

مصرع ثانی میں اُٹھ گیا کی جگہ مرگیا بھی تحریر ہے۔ بہر حال اس ایک شعر نے انھیں اُردو ادب میں زندہ جاوید کردیا۔ پلاسی کے میدان میں شکست فاش اور بنگال کی خود مختاری کے اختتام کے بعد ۱۷۶۴ء میں انگریز تاجر بہار پر بھی قابض ہوگئے۔ اُن کے بڑھتے ہوئے حوصلوں کے پیش نظر ۱۷۶۷ء میں شعوری طور پر وطن کی عظمت، سالمیت اور آزادی کی حفاظت کا خیال جس اولوالعزم شخص کے ذہن میں آیا اس کا نام حیدر علی تھا حیدر علی جب تک حیات رہا، اس نے انگریزوں کے قدم دکن میں جمنے نہیں دیئے۔ اس کے بعد اس کے جانشین فتح علی ٹیپو نے انگریزوں کے خلاف محاذ آرائی کی کمان سنبھالی۔ اور اپنوں کی غداری کے صدقے میں اپنی جان وطن عزیز پر نثار کردی۔ سقوط میسور کے بعد انگریزوں نے اپنے حلیف مرہٹوں کے خلاف محاذ کھول دیا۔ ابھی تک مرہٹے مغل دربار پر حاوی تھے اور نام نہاد مغل شہنشاہ شاہ عالم ثانی کو اپنے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بنائے ہوئے تھے۔ اس سے قبل احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کی مشترکہ طاقت کو شکست دے کر ان کی کمر توڑ دی تھی۔ جس سے نہ صرف انگریزوں کا کام آسان ہوگیا بلکہ ہندوستانیوں نے محسوس کرلیا کہ ''خلقت خدا کی، ملک بادشاہ سلامت کا اور حکم کمپنی بہادر کا''۔

اب تاریخ کا ایک نیا باب کھلا مغلوں، مرہٹوں، راجپوتوں اور دیگر دیسی حکمرانوں کے اقتدار کا قلع قمع کرنے کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی نے عوامی استحصال کا فیصلہ کیا اور اپنی مطلب براری کے لیے کئی دروازے کھول دیئے۔ اب ان کا مقصد ہندوستانی معیشت کو کھوکھلا کرنا تھا۔ فرنگیوں کی ان منصوبہ بند کوششوں نے ہندوستانی دانشوروں کے ذہنوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس پس منظر میں متعدد تحریکیں وجود میں آکر سرگرمِ عمل ہوچکی تھیں جن کا سلسلہ ہم شاہ ولی اللہ (۱۷۰۳ء۔۱۷۶۲ء) کی ہمہ گیر دینی، اصلاحی و جمہوری تحریک سے جوڑ سکتے ہیں۔ اِس کی بنیاد انسانیت کے عام اُصولوں (عدل وانصاف، صحت باطنی اور تربیتِ نفس) پر مبنی تھی نیز یہ تحریک عوام کو دینی نظام کے ساتھ ساتھ تمام جائز جمہوری حقوق مہیا کرتی تھی۔ اس عظیم الشان انقلابی تحریک کا مرکز شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم کی خانقاہ ''جامعہ رحیمیہ'' تھی۔ مطالعہ شاہ ولی اللہ کے ماہر مفتی عطاء الرحمن قاسمی کے الفاظ میں:

''مدرسہ رحیمیہ ابتدا ہی سے انقلابی تحریک کا مرکز رہا۔ یہاں کے فضلا اور علماء نے سامراجی قوتوں کا جم کر مقابلہ کیا اور انگریزوں کے لیے سمِ قاتل ثابت ہوئے''۔۱۔

اس باب میں مولانا امداد صابری مذکورہ تربیت گاہ کی خصوصیات پر یوں رقم طراز ہیں:

''یہ مدرسہ صرف درس گاہ نہیں تھا بلکہ برصغیر کی ایک انقلابی تحریک کا مرکزی ادارہ تھا جس نے پورے ہندوستان میں انگریزی سامراجیت کی جڑیں کمزور کرنے اور ان کا خاتمہ کرنے کے لیے عملی اقدامات کیے تھے اور ایک جال پھیلایا تھا۔ اسے خانقاہ کی بھی حیثیت حاصل تھی جہاں لوگوں کے کردار و کیریکٹر بنائے جاتے تھے۔ وہاں انسان ڈھالے جاتے تھے اور مجاہدین کی تربیت کی جاتی تھی''۔۲۔

بعدازاں علامہ نیاز فتح پوری اپنے ایک مضمون میں شاہ صاحب کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ:

''شاہ صاحب کی ہدایات وتعلیمات کا دائرہ بڑا وسیع تھا اور وہ صرف حکومت ہی کی اصلاح نہیں چاہتے تھے بلکہ ان کا مقصود عام سیاسی بیداری پیدا کرنا بھی تھا۔ انھوں نے صرف بادشاہ، امراء، دربار ہی کی رہنمائی نہیں کی بلکہ کسانوں، پیشہ وروں، مزدوروں، سپاہیوں، عالموں، صوفیوں، الغرض تمام طبقوں میں وقت کی ضرورت اور زمانے کے اقتضاء کے پیش نظر عام بیداری پیدا کرنے کی پوری کوشش کی''۔۳۔

حقیقت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ کی تحریک نے ملک کی بگڑتی ہوئی اور انحطاط پذیر صورت حال اور انگریزوں کی بڑھتی ہوئی سیاسی قوت کے تئیں بہت سے بیدار ذہنوں کو فعال ومتحرک بنادیا۔ معروف دانش وادیب خواجہ احمد فاروقی نے اس وقت ملک کی سیاسی صورتِ حال کی تصویر کشی ''خدنگِ غدر'' کے مقدمے میں ان الفاظ میں کی ہے:

''۱۷۷۶ء میں مجنوں شاہ نے نیپال کی ترائی سے ایک فقیری تحریک شروع کی جس کا مقصد بنگال میں انگریزوں کے کارخانوں اور اسلحہ کو تباہ کرنا تھا۔ اسی طرح کی ایک تحریک کرم شاہ نے شروع کی جو پاگل پنتھی کے نام سے مشہور ہے''۔۴۔

دیگر تحریکات میں مجنوں شاہ اور کرم شاہ کی تحریکوں کے علاوہ حاجی شریعت اللہ اور اُن کے بیٹے دادو میاں کی فرائضی تحریک اور تیتو میر کی تحریک بھی اس اعتبار سے قابلِ ذکر ہیں کہ انھوں نے تحریکِ مجاہدین کے اثرات قبول کیے اور رفتہ رفتہ اس کے دائرے میں شامل ہوتے گئے۔ ابتداءً یہ ساری تحریکیں بظاہر مذہبی تھیں مگر ان کا دائرۂ عمل وسیع اور نصب العین بتدریج مشترک ہوتا گیا اور نتیجتاً شمالی ہند میں شاہ ولی اللہ کی تحریکِ مجاہدین کو مرکزیت حاصل ہوتی گئی۔ وہ تحریک جو مسلمانوں کی اخلاقی گراوٹ، اُن کے کردار اور مذہبی عقائد ورسوم کی درستی اور ان کی معاشی فلاح کے لیے وجود میں آئی تھی اور جس کا بنیادی موقف یہ تھا کہ ملت اسلامیہ کے زوال کا سبب مسلمانوں کی اپنی اخلاقی گراوٹ ہے اور اُن کی اصلاح بہرصورت مقدم ہے۔ اب تحریک شاہ ولی اللہ انگریزوں کے خلاف پوری طرح صف آرا تھی اور اس تحریک نے قوم کو نعرہ جہاد دے کر آتشِ حُریت پورے ملک میں پھیلا دی تھی۔ اس ضمن میں شاہ ولی اللہ مجاہدوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''میں اُن فوجی آدمیوں سے کہتا ہوں کہ تم کو تو اللہ نے جہاد کے لیے۔۔۔ بنایا تھا۔ اس کو چھوڑ کر تم نے گھوڑ سواری اور ہتھیار بندی کو پیشہ بنالیا۔ اب جہاد کی نیت اور قصد سے تمہارے دل خالی ہیں''۔۵۔

شاہ صاحب کا وصف امتیازی یہ ہے کہ وہ خالی دلوں میں پھر سے جذبہ سرفروشی کے ساتھ عزم اور حرارت پیدا کرتے ہیں۔ خواجہ احمد فاروقی نے اُن کے تحریکی نصب العین کی تشریح یوں کی ہے:

''یہ تحریک مذہبی بھی تھی، سیاسی بھی، معاشی بھی اور ادبی بھی۔۔۔ اس تحریک نے بہت جلد سیاسی رنگ اختیار کرلیا اور وہ یہ کہ ملک کو بہت جلد انگریزوں سے پاک کیا جائے۔ اقتصادی نظام میں تبدیلی لائی جائے اور مزدوروں اور کاریگروں کو اُن کے صحیح حقوق دلوائے جائیں اور اُن کے اوپر کم سے کم بوجھ رکھا جائے''۔۶۔

بعد کے حالات کے پیش نظر وطنِ عزیز کی خاطر ملک کی دیگر تحریکوں نے اسی نصب العین کو اپنا منہج ومنبع قرار دیا۔ اگر ایک جانب انگریزوں کی قوت اور اختیار میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا تو دوسری طرف ملک کے مختلف مکاتبِ فکر کے دانشور اور تعلیم یافتہ افراد انگریزوں کی سازشوں اور فریب کاریوں کو بھی سمجھنے لگے، اور اُن کے خلاف صف آرا ہونے کے لیے موقع کے منتظر رہے۔ اس کاوش میں ہندو، مسلم کی قید نہ تھی۔ مسلم زعماء، فضلاء کے علاوہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندو طبقہ بھی بنگال سے مدراس تک صورت حال پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ یہاں سب سے اہم نکتہ شاہ ولی اللہ کے بعد اُن کے جانشینوں نے تحریکِ مجاہدین کو آگے بڑھایا۔ شاہ عبدالعزیز، سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل نے مذکورہ تحریک کی تمام ذمہ داریوں کو سنبھالتے ہوئے ۱۸۰۳ء میں انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد جاری کردیا کہ برطانوی ہندوستان دارالحرب ہے اور انگریزوں سے جنگ کرنا ہمارا فرض عین ہے۔ جذبۂ جہاد سے مغلوب ہوکر مجاہدین سرفروشی کی تمنا میں جامِ شہادت نوش کرتے رہے۷۔ اور بالاکوٹ میں انہی علماء نے ایک بڑی قربانی پیش کی۔ دوسری جانب دیگر برادرانِ وطن بھی جُزوی اختلافات کے باوجود حبُ الوطنی سے سرشار ہوکر جذبۂ سرفروشی کے زیرِ اثر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بقول خواجہ احمد فاروقی:

''اس تحریک کے متوازی شنکر آچاریہ کے حلقہ بگوشوں کی سنیاسی تحریک بھی میر قاسم کے زمانے سے برطانوی حکومت کے مظالم کے خلاف صف آرا تھی''۔۸۔

مسلم علماء کی قیادت نے اپنی بے مثال اخلاقی وعملی جرأت مندی کا ثبوت دیا کہ رفتہ رفتہ ملک میں ہم آہنگی اور یکجہتی کی فضا قائم ہوتی گئی۔ ملک کا تقریباً ہر طبقہ بلا کسی تفریق مذہب وملت جذبۂ حب الوطنی سرشار ہوتا چلا گیا:

بقول ڈاکٹر معین الدین عقیل:

''ہزاروں فقیر، پنڈت، سادھو اور سنیاسی ملک کے گوشے گوشے میں بغاوت کے جذبات اُبھار رہے تھے۔ بااثر علماء نے جہاد پر زور دینا شروع کردیا۔ دہلی کی جامع مسجد میں ایک فتویٰ ہوا جس میں انگریزوں کے خلاف ہر مسلمان کے لیے جہاد فرض قرار دیا گیا۔ علماء نے شہروں اور دیہاتوں کے دورے کیے، تقاریر کیں، رضا کاروں نے گھر گھر جاکر چندہ جمع کیا۔ فقیر اور سنیاسی زیادہ تر چھاؤنیوں کے قریب قیام کرتے جہاں سپاہی اُن کے معتقد ہوجاتے''۔ ۹۔

جو لوگ میدانِ جنگ کے غازی ہونے کی بجائے محض غازنگفتار کے مرد تھے، کہ انھوں نے بھی دیگر ذرائع کو اختیار کرتے ہوئے اپنی اپنی سطح پر تحریکِ آزادی کو مہمیز کیا۔ مثلاً شہروں اور قصبوں میں مختلف ڈراموں، نظموں اور گیتوں کے ذریعے ہندوستانی عوام کو غلامی کا احساس دلایا۔ اس طرح ملک میں انگریزوں کے خلاف اس جذبۂ جہاد کے ذریعہ جو چنگاری بھڑکائی گئی وہ ۱۸۵۷ء میں بالآخر بھڑک کر شعلوں میں تبدیل ہوگئی۔ جنگ آزادی کا بگل ۱۰؍مئی بروز اتوار، میرٹھ کی چھاؤنی سے بجا۔ میرٹھ سے ان شعلوں کی لپٹ نے پہلے دہلی پھر دیگر شہروں ۱۰ اور بعدہٗ پورے ملک کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر جو ابھی تک صرف قلعہ معلیٰ تک محدود تھے۔ سرفروشوں کی قیادت کے لیے تیار ہوگئے۔ نانا صاحب، رانی لکشمی بائی، تاتیہ ٹوپے، بیگم حضرت محل، شہزادہ فیروز بخت، عظیم اللہ خاں، کنور سنگھ، راجہ ہرنام سنگھ وغیرہ مختلف محاذوں کو سنبھالنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان آزادی کے متوالوں کے شانہ بشانہ علماء کرام کی خاصی کثیر تعداد بڑی تندہی وچابک دستی سے سرگرم عمل رہی اور اپنی شعلہ بیانیوں سے جذبہ جہاد اُبھارتی رہی۔ یہی نہیں بلکہ خود بھی شوقِ جہاد میں مرتبہ شہادت حاصل کرتی رہی۔ انگریزوں کے خلاف جم کر مورچہ لینے والے علماء کرام کی ایک طویل فہرست ہے۔ ان میں چند نمایاں شخصیات احمد اللہ شاہ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا جعفر تھانیسری، مولانا احمد اللہ عظیم آبادی، مولانا یحییٰ علی، مولانا عبدالرحیم، مولانا اسماعیل دہلوی، مولانا عنایت علی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا نوراللہ، مولانا محمد امین، مولانا شاہ محمد ابوسعید، مولانا مخدوم لکھنوی، مولانا عبدالقادر، مولانا رفیع الدین، مولانا فضل الحق خیرآبادی وغیرہ کی ہیں۔ مگر چوں کہ یہ جدوجہدِ آزادی پوری طرح مسلح ومنظم نہ تھی اس لیے جنگِ آزادی کے شعلے جس تیزی سے بھڑکے تھے اتنی ہی تیزی سے سرد بھی پڑ گئے۔ ۱۹؍ستمبر ۱۸۵۸ء کو اس ملک پر انگریزوں کا دوبارہ قبضہ ہوگیا۔ اس کے اسباب وعلل کا تجزیاتی نتیجہ یہی سامنے آتا ہے کہ انگریزوں کے پاس منظم فوج تھی جو جدید سامانِ حرب سے لیس تھی۔ دوسری جانب ہندوستانی مجاہدینِ آزادی کی صفوں میں مقامی جاسوسوں کی بھی ایک تعداد تھی۔ بہت سے ابن الوقت، مفاد پرست، دولت واختیار کے لالچی اور خود اپنے ہی بھائیوں سے بُغض وعناد رکھنے کے سبب انگریزوں کا ساتھ دے رہے تھے۔ اس طرح برادرانِ وطن میں بھی غداروں کا ایک طائفہ تیار ہوگیا تھا یہ لوگ انگریزوں کے بہی خواہ، مخبر اور درپردہ ان کے مددگار تھے۔ اِس کے برعکس جانبازوں میں کوئی نظم وضبط نہ تھا۔ دیسی فوجیں جدید اسلحہ جات سے عاری تھیں بلکہ سامانِ حرب کا فقدان تھا۔ اُس پر ستم یہ کہ تیار شدہ منصوبے کے خلاف وقت سے بہت پہلے یہ مورچہ کھول دیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں محض جذبات سے جو نتائج نکلنا چاہیے تھے وہ نکلے۔ یوں شاہ ولی اللہ کی تحریکِ مجاہدین وجود پذیر ہونے والی پہلی جنگ آزادی کو کچل کر ختم کردیا گیا، مگر اس نے عوام میں سرفروشی کا جو جذبہ متلاطم ہوا تھا وہ ایک عرصہ تک قلب وجگر اور ذہن وفکر دونوں کو گرماتا رہا۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی کے مطابق مذکورہ تحریک کا ایک خاص پہلو یہ بھی تھا کہ ____

''ہندو اور مسلمان دونوں نے دوش بدوش یہ جنگ لڑی تھی اور ہندو مسلم سوال کسی شکل میں بھی لوگوں کے سامنے نہیں تھا۔۔۔ یہی وجہ تھی کہ وہ تمام طاقتیں جو کچھ عرصہ سے سلطنت مغلیہ کے مدمقابل آگئی تھیں، بہادر شاہ کے گرد جمع ہوگئیں۔ مرہٹے ایک مدت سے مغلوں سے برسرِ پیکار تھے، لیکن ۱۸۵۷ء میں پیشوا نے بہادر شاہ کو تسلیم کرنے میں مطلقاً کوئی عذر نہیں کیا۔ نانا صاحب کے خاص مشیروں میں عظیم اللہ خاں رہا۔ رانی جھانسی نے مسلمان توپچی ملازم رکھے۔ احمد اللہ شاہ نے ہندو اور مسلمان دونوں کے مشترکہ اجتماعات میں تقریریں کیں''۔۱۱۔

بہر حال اس سیاسی، سماجی، تہذیبی اور تمدنی انقلاب کے بعد ہی بدلے ہوئے حالات میں دانشوروں نے ازسرِ نو ملک وملت کے حالات کا جائزہ لیا اور رفتہ رفتہ ملی مفادات کے لیے کام کو آگے بڑھایا۔

(جاری)

☆☆☆☆☆☆☆

جشنِ یومِ آزادی: شُکر وعزم کے آئینے میں

سید قمر عباس قنبر نقوی

آج 15 اگست 2026ء کو پورا ہندوستان اپنے 80ویں یوم آزادی کا جشن پورے جوش و جذبے اور قومی عقیدت کے ساتھ منا رہا ہے۔ اس مبارک اور تاریخی موقع پر ملک کے تمام غیور اور محبِ وطن ہندوستانی ساتھیوں اور اربابِ اقتدار کو دل کی گہرائیوں سے تبریک و تہنیت پیش کرتے ہوئے حقیر فخر محسوس کر رہا ہے۔

یومِ آزادی، یعنی 15 اگست، ہندوستان کی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت کا حامل دن ہے، کیونکہ 1947ء میں اسی روز ہمارا وطن برطانوی استعمار کی غلامی سے آزاد ہوا۔ لیکن یہ آزادی کسی نے ہمیں تحفے میں پیش نہیں کی تھی اور نہ ہی یہ برطانوی حکمرانوں کی انسان دوستی یا رحم دلی کا نتیجہ تھی، بلکہ آزادی کا یہ ثمر ہمارے ان عظیم مجاہدینِ آزادی اور شہدائے آزادی کی بے مثال، مخلصانہ اور مدبرانہ جدوجہد کا نتیجہ ہے، جنہوں نے مذہب، ملت، ذات، زبان اور سماجی طبقات کی تفریق سے بالاتر ہو کر ایک آزاد ہندوستان کے خواب کو حقیقت میں بدلنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

ان بزرگوں نے طویل عرصے تک جدوجہد کی، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، جانی و مالی قربانیاں پیش کیں اور وطن کی آزادی کے لیے اپنے آرام، اپنے مستقبل بلکہ اپنی جان تک قربان کر دی۔ آج اگر ہم آزاد فضا میں سانس لے رہے ہیں تو اس آزادی کے پیچھے ان بے شمار معروف و غیر معروف سپوتوں کی قربانیاں شامل ہیں جن کے نام تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں اور جن کے کارنامے ہماری قومی میراث ہیں۔

اس لیے آج ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم آزادی کی حقیقی قدر و قیمت کو سمجھیں اور شہدائے آزادی و مجاہدینِ آزادی کو محض رسمی انداز میں نہیں بلکہ عملی زندگی میں خراجِ عقیدت پیش کریں۔ صرف ان کی تصاویر پر پھولوں کی مالا چڑھا دینا یا چند تعریفی کلمات کہہ دینا کافی نہیں، حقیقی خراجِ عقیدت یہ ہے کہ ہم اس ہندوستان کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کی کوشش کریں جس کا تصور ہمارے بزرگوں نے کیا تھا ایسا ہندوستان جہاں مساوات ہو، انصاف ہو، تعلیم عام ہو، روزگار کے مواقع ہوں، انسانی وقار محفوظ ہو، گنگا جمنی تہذیب مضبوط ہو اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی و قومی یکجہتی مستحکم ہو۔

ہمیں یومِ آزادی کے موقع پر خود سے یہ سوال بھی کرنا چاہیے کہ کہیں آزادی کے مقاصد کو ہماری غفلت، تعصب یا خودغرضی سے نقصان تو نہیں پہنچ رہا؟ کیا مذہب، ذات پات، زبان یا کسی اور شناخت کی بنیاد پر کسی شہری کے ساتھ امتیازی سلوک تو نہیں ہو رہا؟ کیا کسی ہندوستانی شہری کو اس کے بنیادی شہری حقوق سے محروم تو نہیں کیا جا رہا؟ کیا تعلیم اور روزگار کے مواقع تک رسائی میں غیر ضروری رکاوٹیں تو پیدا نہیں کی جا رہیں؟ کیا ہمارے معاشرے میں نفرت اور تفریق کے عناصر قومی یکجہتی کو کمزور تو نہیں کر رہے؟ یہ سوال کسی ایک فرد، جماعت یا طبقے سے نہیں بلکہ ہم سب سے ہے۔ محبانِ وطن بیدار رہیں اور اپنے بزرگوں کی قربانیوں کی حفاظت کریں۔

یومِ آزادی کی مرکزی قومی تقریب دارالحکومت نئی دہلی کے تاریخی لال قلعہ میں منعقد ہوتی ہے، جہاں وزیرِ اعظم قومی پرچم لہراتے ہیں اور تاریخی فصیل سے قوم سے خطاب کرتے ہیں۔ 2026ء میں وزیرِ اعظم نریندر مودی مسلسل تیرہویں مرتبہ یومِ آزادی کی مرکزی تقریب کی قیادت کریں گے۔ یہ تقریب محض ایک سرکاری رسم نہیں بلکہ ہندوستان کی آزادی، اس کے جمہوری سفر اور قومی عزم کی علامت بن چکی ہے۔ اس موقع پر قومی پرچم کو سلامی پیش کی جاتی ہے، قومی ترانہ بجایا جاتا ہے اور مسلح افواج و دیگر دستے اپنی شاندار پریڈ اور رسمی سلامی کے ذریعے وطن سے وفاداری کا اظہار کرتے ہیں۔ مختلف شعبۂ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے خصوصی مہمان بھی اس قومی تقریب میں شریک ہوتے ہیں۔

اِس قابل فخر موقع پر لال قلعہ سے وزیرِ اعظم اپنے خطاب میں مجاہدین

آزادی کی جدوجہد اور ملک کے لیے قربانیاں دینے والے شہداء کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ قومی ترقی، استحکام اور مستقبل کے اہداف کے حوالے سے بھی قوم سے خطاب کرتے ہیں۔ یوں لال قلعہ کی فصیل سے بلند ہونے والی آواز محض ایک تقریر نہیں بلکہ ملک کے حال، مستقبل اور قومی عزم کی ترجمان بن جاتی ہے۔

یومِ آزادی کا یہ قومی تہوار ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے مختلف ممالک میں آباد ہندوستانی بھی جوش و خروش کے ساتھ مناتے ہیں۔ قومی دارالحکومت نئی دہلی کے علاوہ ریاستی دارالحکومتوں، مرکز کے زیرِ انتظام علاقوں، اضلاع کے صدر مقامات، سرکاری و غیر سرکاری اداروں، سفارتی مشنز، فوجی و نیم فوجی مراکز، پولیس اسٹیشنوں، یونیورسٹیوں، کالجوں اور اسکولوں میں پرچم کشائی کی تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔

جشنِ آزادی کے اس مقدس موقع پر قومی پرچم سے سرکاری اور عوامی عمارتوں کو سجایا جاتا ہے، قومی ترانے اور ملی نغمے پیش کیے جاتے ہیں، مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں اور مختلف پروگراموں کے ذریعے نئی نسل کو آزادی کی جدوجہد، مجاہدینِ آزادی کی قربانیوں اور قومی یکجہتی کی اہمیت سے روشناس کرایا جاتا ہے۔

تقریری اور ثقافتی پروگراموں کا بنیادی مقصد محض جشن منانا نہیں بلکہ نوجوان نسل میں حب الوطنی، قومی ذمہ داری، اتحاد اور ہندوستان کی کثیر الثقافتی شناخت کے احترام کا شعور پیدا کرنا بھی ہے۔

آزادی کا پہلا اور بنیادی تقاضا شُکر ہے۔ لیکن شُکر محض زبان سے چند الفاظ ادا کرنے کا نام نہیں بلکہ شُکر کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ ہم آزادی کی نعمت کا عملی طور پر اعتراف کریں، اس کی حفاظت کریں اور ان لوگوں کو یاد رکھیں جنہوں نے اس آزادی کے لیے اپنی زندگیاں قربان کر دیں۔ ہمیں اپنی تہذیب، ثقافت، مذہبی و لسانی تنوع اور قومی شناخت کی قدر کرنی چاہیے۔ ہمیں اپنی نئی نسل کو ہندوستان کی حقیقی تاریخ سے روشناس کرانا چاہیے تاکہ آزادی ان کے لیے محض نصابی کتاب کا ایک باب نہ رہے بلکہ ایک زندہ احساس، ایک قومی امانت اور ایک ذمہ داری بن جائے۔ یہ بات سب پر واضح ہے کہ شُکر ہمیں ماضی سے جوڑتا ہے، جبکہ عزم ہمیں مستقبل کی طرف لے جاتا ہے۔ یومِ آزادی صرف ماضی کی داستانیں دہرا کر خوش ہو جانے کا نام نہیں بلکہ یہ اپنے حال کا جائزہ لینے اور مستقبل کے لیے نئے عزم کا دن بھی ہے۔ یہ خود سے ایک عہد کرنے کا دن ہے کہ جس مٹی نے ہمیں شناخت، آزادی اور تحفظ دیا ہے، ہم اس کے وقار، استحکام اور ترقی کے لیے اپنا کردار ادا کریں گے، ہمیں قومی یکجہتی کو مضبوط کرنے کا عزم کرنا ہوگا۔ اقربا پروری، رشوت، بدعنوانی اور ناانصافی کے خلاف اپنے اپنے دائرۂ کار میں آواز اٹھانا ہوگی۔ ہمیں قانون کی پاسداری، انسانی احترام، دیانت داری، رواداری اور انصاف کو اپنی اجتماعی زندگی کا حصہ بنانا ہوگا۔

وطن صرف زمین کے ایک ٹکڑے کا نام نہیں بلکہ وطن ان کروڑوں انسانوں کے مجموعی احساس کا نام ہے جو اس سرزمین کو اپنا گھر سمجھتے ہیں۔ اس لیے وطن کی خدمت صرف سرحدوں کی حفاظت کرنے والے سپاہیوں کی ذمہ داری نہیں، بلکہ ہر شہری اپنے اپنے شعبے میں وطن کی تعمیر و ترقی کا سپاہی ہے۔

آیئے! یومِ آزادی کے اس پُرمسرت اور تاریخی موقع پر ہم سب عہد کریں کہ وطنِ عزیز ہندوستان کی آزادی، سالمیت، جمہوریت اور قومی یکجہتی کو مزید مضبوط و مستحکم بنانے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔ ہم ملک کو شر و فساد، نفرت اور تشدد سے محفوظ رکھنے، امن و آشتی کو فروغ دینے، علم و حکمت کو عام کرنے اور انسانی وقار و حقوق کے احترام کو مضبوط بنانے کی مخلصانہ کوششیں جاری رکھیں گے۔ ہم اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو فراموش نہیں کریں گے اور آزادی کو محض ایک جشن نہیں بلکہ ایک قومی امانت سمجھیں گے۔

آج کا شُکر ہمیں اپنے ماضی کی قربانیوں کی یاد دلاتا ہے اور آج کا عزم ہمیں روشن مستقبل کی تعمیر کا راستہ دکھاتا ہے۔

آیئے شُکر کے ساتھ ماضی کو یاد کریں، شعور کے ساتھ حال کا جائزہ لیں اور عزم کے ساتھ مستقبل کی تعمیر کریں۔

☆☆☆☆☆☆

وطن عزیز کی آزادی اور یونانی حکماء کی لازوال قربانیاں

حکیم نازش احتشام اعظمی

15 اگست کا تاریخی دن ہندوستان کی تاریخ میں آزادی، خودداری اور بے مثال قربانیوں کی علامت کے طور پر یاد رکھا جاتا ہے۔ یہ ان عظیم اسلاف کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کا سنہری موقع ہوتا ہے جنہوں نے اس سرزمین کو انگریزوں کے ظالمانہ اور غاصبانہ تسلط سے نجات دلانے کے لیے اپنی جان و مال کے نذرانے پیش کیے۔ اس قومی تقریب کا بنیادی مقصد حریت کی اصل قدر و قیمت کا احساس بیدار رکھنا اور آزادی کے اس جذبے کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرنا ہے تاکہ حریت کی یہ شمع ہمیشہ روشن رہے۔ تحریکِ آزادیٔ ہند کا ایک نہایت اہم پہلو یہ تھا کہ یہ جدوجہد صرف سیاسی نہیں، بلکہ دیسی بنام بدیسی کی ایک ہمہ گیر فکری اور معاشی جنگ بھی تھی۔ اس تناظر میں یونانی حکماء اور اطباء کا کردار ایک دوہرے مجاہد کا تھا جو ایک طرف استعمار کے خلاف میدانِ سیاست میں نبرد آزما تھے تو دوسری طرف مغربی طب کے غلبے کے سامنے اپنے دیسی طریقۂ علاج کی بقا اور سودیشی فکر کی حفاظت کر رہے تھے۔ آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس نے دیسی طریقۂ علاج کی ترویج اور خود انحصاری کی جنگ کو اپنا نصب العین بنا کر اس جدوجہد کو منظم کیا۔ یونانی حکماء صرف جسمانی امراض کے معالج نہیں تھے بلکہ ان کے مطب مجاہدینِ آزادی کے لیے محفوظ پناہ گاہیں اور خفیہ سیاسی حکمتِ عملیوں کی تشکیل کے مراکز بنے ہوئے تھے۔ جنگِ آزادی کے قائدین میں مسیح الملک حکیم اجمل خان (متوفی: 1927) کا نام سرِ فہرست ہے، جو ایک عظیم طبیب اور مدبر سیاسی رہنما تھے۔ دہلی میں ان کی رہائش گاہ ''شریف منزل'' آزادی کے معماروں گاندھی جی، جواہر لال نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد کا مرکزِ فکر اور ہیڈ کوارٹر تھی۔ انہوں نے کانگریس کی صدارت کی، تحریکِ خلافت و عدم تعاون کی قیادت کی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ ان کے والد حکیم محمود خان نے 1857 کے پرآشوب دور میں مظلوموں کو پناہ دی اور دیانت داری کی اعلیٰ مثال قائم کی۔ اسی طرح حکیم عبدالحمید (متوفی: 1999) نے آزادی کے بعد ملک کی تعلیمی و طبی بحالی کے لیے اپنے تمام اثاثے وقف کر دیے اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کی مالی مدد کے ساتھ جامعہ ہمدرد جیسے عظیم الشان ادارے قائم کیے۔ 1857 کی پہلی جنگِ آزادی میں حکماء کا انقلابی کردار نہایت شاندار رہا۔ مولانا امام بخش صہبائی اور ان کے خاندان کے اکیس افراد نے جامِ شہادت نوش کیا، جن میں نوجوان طبیب حکیم عبدالکریم سوز، حکیم عبدالحکیم محمل اور حکیم منشی اکرام الدین شامل تھے۔ مراد آباد کے معروف عالم و طبیب مولانا سید کفایت علی کافی نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور نواب مجو خان کی حکومت میں صدر الشریعہ بنے، جس کی پاداش میں انگریزوں نے انہیں سزائے موت دے کر شہید کر دیا۔ شاہجہاں پور کے حکیم محمد حسین خان نے ناظمِ شاہجہاں پور کے ساتھ مل کر انگریزوں کا مقابلہ کیا اور گولی لگنے سے شہید ہوئے۔ مناظرِ اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانوی، جو علومِ طب کے بھی ماہر تھے، نے کیرانہ کی جامع مسجد سے مجاہدین کو منظم کیا اور بعد میں مکہ مکرمہ ہجرت کر کے مدرسہ صولتیہ قائم کیا۔ علی گنج کے حکیم عنایت اللہ خان نے 1857 میں مسلح مزاحمت کی قیادت کی، جبکہ پٹنہ کے حکیم فخر الدین (متوفی: 1910) نے تحریک کے لیے خطیر مالی اعانت فراہم کی اور ان کی حویلی انقلابیوں کی پناہ گاہ بنی۔ تحریکِ ریشمی رومال میں حکیم عبدالرزاق انصاری نے شیخ الہند مولانا محمود حسن کے حجاز کے سفر اور قیام و طعام کا تمام خرچ خود برداشت کیا اور انگریزی حکومت کی سختیوں کا سامنا کیا۔ ان کے بھائی حکیم عبدالوہاب نابینا اور کانگریس کے صدر ڈاکٹر مختار احمد انصاری نے بھی آزادی کی جنگ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اعظم گڑھ کے حکیم محمد اسحاق کے پورے خاندان نے تحریکِ آزادی میں حصہ لیا، غیر ملکی کپڑوں کا بائیکاٹ کیا، پنچایتیں قائم کیں اور ان کی اہلیہ و ہمشیرہ نے اپنے ذاتی زیورات بشمول نتھ اور جھمکے تحریکِ آزادی کے فنڈ میں دان کر دیے۔ حکیم ہادی رضا خان نے "ہندوستان چھوڑو تحریک" اور "تحریکِ خلافت" میں فعال حصہ لیا اور پنجاب میں انگریزی مظالم اور مارشل لا کے خلاف پرجوش نظمیں کہیں۔ پٹنہ کے حکیم مشتاق احمد عرف قیسری (متوفی: 1952) نے مجاہدین کی صحت کی نگہداشت کی اور تحریکی سرگرمیوں میں پیش پیش رہے۔ حیدرآباد کے حکیم محمد ایوب خان (متوفی: 1950) نے عوام میں قوم پرستی کا جذبہ بیدار کیا۔ ان تمام یونانی حکماء کی لازوال قربانیاں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ ان کی حکمت صرف جسمانی امراض تک محدود نہیں تھی بلکہ وہ غلامی کے روگ کا علاج بھی جانتے تھے۔ انہوں نے اپنے فن، دولت اور زندگیوں کو وطن کی آزادی کے لیے قربان کر کے تاریخ میں ایک جاوداں مقام حاصل کیا، اور ان کا روشن کردہ یہ چراغ آنے والی نسلوں کے لیے ہمیشہ مشعلِ راہ بنا رہے گا۔

’ارونا چل میں چین کے اشتعال پر مودی حکومت کی خاموشی‘

راہل گاندھی اور ملکارجن کھڑگے نے اروناچل میں چین کی اشتعال انگیز سرگرمیوں پر مودی حکومت سے جواب طلب کیا

نئی دہلی: (ایجنسی) اروناچل پردیش میں چین کی اشتعال انگیز سرگرمیوں اور ہندوستانی فوج کے گشت سے متعلق کانگریس کے دعووں پر سیاسی تنازعہ بڑھ گیا ہے۔ کانگریس صدر ملکارجن کھڑگے نے وزیراعظم نریندر مودی سے صورت حال پر فوری جواب طلب کیا ہے، جبکہ لوک سبھا میں اپوزیشن لیڈر راہل گاندھی نے ہندوستانی فوج کو اروناچل کے کئی علاقوں میں گشت سے روکے جانے کا دعویٰ کرتے ہوئے مودی حکومت کی خاموشی پر سوال اٹھایا ہے۔ راہل گاندھی نے جمعہ کو ایکس پر اپنی پوسٹ میں کہا کہ اروناچل پردیش میں کئی مقامات پر چین نے ہندوستانی فوج کو گشت کرنے سے روک دیا ہے اور یہ انتہائی تشویش ناک ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ تشویش کی بات وزیر دفاع راج ناتھ سنگھ، وزیر داخلہ امت شاہ اور وزیر اعظم نریندر مودی کی جانب سے اختیار کی گئی ’خاموشی‘ ہے۔

راہل گاندھی نے کہا کہ مودی حکومت چین کو روکنے کے بجائے اس خبر کو روکنے کے لیے میڈیا پر دباؤ ڈال رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ’آپریشن‘ جاری ہے اور میڈیا کے ایڈیٹروں کو فون کر کے اس معاملے کو اخبارات میں شائع نہ کرنے کے لیے کہا جا رہا ہے۔ کانگریس کے سابق صدر نے اپنی گزشتہ روز ’رچناتمک کانگریس‘ کے قومی کنونشن سے اپنے خطاب کی ایک ویڈیو کلپ بھی ایکس پر شیئر کی۔ اس میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ چین نے ہندوستانی فوج سے کہا کہ یہ زمین آپ کی ہے، لیکن آپ یہاں گشت نہیں کر سکتے۔ راہل گاندھی نے 2020 کی وادی گلوان کی جھڑپ کے بعد وزیر اعظم مودی کے اس بیان کا حوالہ بھی دیا جس میں کہا گیا تھا کہ چین نے ہندوستان کی ایک انچ زمین بھی نہیں لی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس بیان کے بعد ہندوستانی فوج کے موقف اور چینی مذاکرات کاروں کے ساتھ بات چیت میں تضاد پیدا ہوا اور اس کا اثر ہندوستان کی خارجہ پالیسی پر پڑا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت ملک کی سلامتی سے زیادہ وزیر اعظم کی سیاسی شبیہ کو ترجیح دے رہی ہے اور کہا کہ ایسا رویہ ملک کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔

دوسری جانب ملکارجن کھڑگے نے ایکس پر اپنی پوسٹ میں اروناچل پردیش میں چین کی پیش قدمی سے متعلق ’تشویش ناک اطلاعات‘ کا حوالہ دیتے ہوئے حکومت سے کئی سوالات پوچھے۔ انہوں نے سوال کیا کہ کیا چینی پیپلز لبریشن آرمی (پی ایل اے) نے ہکسنگ کے قریب اپنی موجودگی بڑھائی ہے اور کیا ہندوستانی فوج کی مقررہ پیٹرولنگ پوائنٹ ’شیرا-5‘ تک باقاعدہ رسائی متاثر ہوئی ہے؟

ملکارجن کھڑگے نے یہ بھی پوچھا کہ حساس علاقے میں موسم سرما کے دوران ہندوستانی گشت محدود کیوں رہتا ہے، جبکہ پی ایل اے سال بھر وہاں موجود رہتی ہے۔ انہوں نے مقامی لوگوں کے روایتی چرائی اور شکار کے علاقوں تک رسائی محدود ہونے کی اطلاعات پر بھی حکومت سے وضاحت مانگی۔ کانگریس صدر نے مشرقی لداخ میں مئی 2020 سے پہلے کی صورت حال مکمل طور پر بحال ہونے پر بھی سوال اٹھایا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت پارلیمنٹ کو اعتماد میں لے اور واضح کرے کہ ہندوستان کو ان تمام علاقوں اور پیٹرولنگ پوائنٹس تک رسائی حاصل ہے یا نہیں جہاں مئی 2020 سے پہلے ہندوستانی فوج باقاعدگی سے گشت کرتی تھی۔

کھڑگے نے وادی گلوانمیں 2020 کی جھڑپ کا حوالہ دیتے ہوئے وزیر اعظم مودی پر چین کو ’کلین چٹ‘ دینے کا الزام بھی لگایا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کا سابقہ ریکارڈ اس معاملے پر اعتماد پیدا نہیں کرتا۔ انہوں نے وزیر اعظم، وزیر دفاع اور وزیر داخلہ سے ملک کے سامنے جواب دینے کا مطالبہ کیا۔ ہندوستانی فوج نے اروناچل کے ہکسنگ علاقے میں چینی کیمپوں یا حالیہ پیش قدمی سے متعلق بعض رپورٹس کو ’غلط اور بے بنیاد‘ قرار دیا ہے، جبکہ اروناچل پردیش کے وزیر اعلیٰ پیما کھانڈو نے بھی کہا ہے کہ فوج ریاست کی سرحد کی حفاظت اور گشت کر رہی ہے۔ وزارت خارجہ نے بھی چین کے ساتھ سرحدی معاملے کو انتہائی اہم قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ لائن آف ایکچوئل کنٹرول پر امن اور استحکام برقرار رکھنا دونوں ممالک کے تعلقات کی آئندہ سمت کے لیے انتہائی اہم ہے۔ وزارت نے واضح کیا ہے کہ اروناچل پردیش ہندوستان کا اٹوٹ اور ناقابل تنسیخ حصہ ہے۔

سپریم کورٹ کا سخت رخ، مرکزی حکومت کو جاری کیا نوٹس

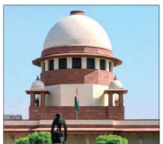

نئی دہلی۔ (یو این آئی) سپریم کورٹ نے سوشل میڈیا پلیٹ فارموں کی جانب سے بچوں کے جنسی استحصال اور بدسلوکی سے متعلق مواد (سی-سی ایم) کی لازمی رپورٹنگ کے حوالے سے اپنے احکامات پر عمل درآمد کرانے کا مطالبہ کرنے والی درخواست پر وزارتِ الیکٹرانکس و اطلاعاتی ٹیکنالوجی اور وزارتِ قانون وانصاف کے ذریعے مرکزی حکومت کو نوٹس جاری کیا ہے۔ بچوں کے حقوق کے تحفظ اور نگہداشت کے لیے 250 سے زیادہ شہری سماجی تنظیموں کے ملک کے سب سے بڑے نیٹ ورک جسٹ رائٹس فار چلڈرن الائنس (جے آر سی اے) نے انسٹاگرام پر بچوں کے جنسی استحصال اور بدسلوکی سے متعلق مواد (سی-سی ایم) کو فروغ دینے والے اشتہارات کی خبروں کا نوٹس لیتے ہوئے سپریم کورٹ میں اس سلسلے میں درخواست دائر کی تھی۔ جسٹ رائٹس فار چلڈرن کی جنرل کونسل رچنا تیاگی نے اس فیصلے کو ہندوستان میں بچوں کے تحفظ کے نظام کو مضبوط بنانے کی سمت میں ایک اہم سنگِ میل قرار دیتے ہوئے کہا کہ ”سوشل میڈیا پلیٹ فارموں پر شیئر کی جانے والی ہر تصویر یا ویڈیو کے پیچھے ایک حقیقی بچہ ہے، ایسا بچہ جس کا یا تو جنسی استحصال اور ہراسانی کی گئی ہے یا جس کے استحصال کو انتہائی قابلِ اعتراض انداز میں پیش کیا گیا ہے، جس سے اس کی عزت و وقار مجروح ہوتا ہے۔ سی-سی ایم محض فحش مواد نہیں ہے۔ یہ جرم کے مقام کا ثبوت ہے، اس لمحے میں قید کیا گیا صدمہ ہے، جہاں ہر بار اسے ڈاؤن لوڈ کرنا یا دیکھنا اس استحصال کو دوبارہ دہرانے کے مترادف ہے۔“

درخواست میں الائنس نے ثالث اداروں یعنی سوشل میڈیا پلیٹ فارموں کی جانب سے ستمبر 2024 میں جاری سپریم کورٹ کے احکامات کی خلاف ورزی کا معاملہ اٹھایا۔ اس میں کہا گیا کہ یہ پلیٹ فارم سی-سی ایم کو فروغ دینے والے اشتہارات دکھا رہے ہیں، جس سے سپریم کورٹ کے سابقہ احکامات اور ثالث اداروں کی قانونی ذمہ داریوں پر عمل درآمد کے حوالے سے سنگین سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ معاملے کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے جسٹس جے بی پاردی والا اور جسٹس ونود چندرن کی بنچ نے جے آر سی اے کو سپریم کورٹ کے حکم پر عمل درآمد کرانے کے لیے ثالث اداروں کو فریق بنائے جانے کے مطالبے سے متعلق درخواست دائر کرنے کی اجازت بھی دے دی تاکہ جے آر سی اے کی درخواست پر ستمبر 2024 میں دی گئی ہدایات کو زیادہ موثر طریقے سے نافذ کرایا جا سکے۔ اس فیصلے میں سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارموں کو سی-سی ایم سے متعلق معاملات کی اطلاع قانون نافذ کرنے والے اداروں کو دینے کی اپنی قانونی ذمہ داری پوری کرنا ہوگی۔ اس میں بچوں کو جنسی جرائم سے تحفظ فراہم کرنے والے پوکسو قانون کے تحت عائد ذمہ داریاں بھی شامل ہیں۔ فیصلے میں اطلاعاتی ٹیکنالوجی قانون کی دفعہ 79 کے تحت محفوظ پناہ گاہ کے تحفظ کے حوالے سے ثالث اداروں کی ذمہ داریوں پر بھی غور کیا گیا تھا۔ اپنی درخواست میں جے آر سی اے نے ان ذمہ داریوں کو موثر طریقے سے نافذ کرانے اور بچوں کے جنسی استحصال اور بدسلوکی سے متعلق مواد کے آن لائن پھیلاؤ کو روکنے کے لیے ایک جامع نظام وضع کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ درخواست میں دیگر اقدامات کے علاوہ ثالث اداروں یعنی سوشل میڈیا پلیٹ فارموں کے لیے ایسے مواد کی شناخت اور لازمی رپورٹنگ، شواہد کو محفوظ رکھنے اور متعلقہ اداروں کے درمیان تال میل کے سلسلے میں ایک معیاری طریقۂ کار تیار کر کے اسے باضابطہ طور پر نافذ کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

دہلی یونیورسٹی نے تاریخ کے نصاب سے ’دہلی سلطنت‘ کا پیپر ہٹایا، چہ می گوئیاں شروع

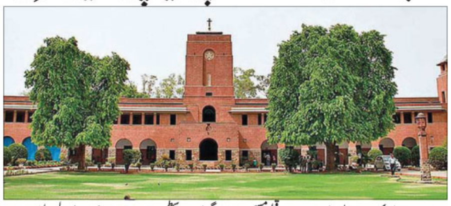

نئی دہلی۔ (ایجنسی) دہلی یونیورسٹی نے ’پوسٹ گریجویٹ تاریخ‘ کے نصاب میں ایک ایسی تبدیلی کی ہے، جس نے تنازعہ کھڑا کر دیا ہے۔ نئے نصاب میں تیسرے سمسٹر سے ’دی دہلی سلطنت: اسٹرکچرز آف اتھارٹی ان میڈیول نارتھ انڈیا (13ویں-14ویں صدی)‘ نامی پیپر ہٹا دیا گیا ہے۔ ترمیم شدہ نصاب ’پوسٹ گریجویٹ کریکولم فریم ورک 2024‘ (پی جی سی ایف) اور قومی تعلیمی پالیسی 2020 ’(این ای پی) کے تحت تیار کیا گیا ہے اور جولائی 2026 (یعنی گزشتہ مہینہ) سے نافذ ہوگا۔ یہ پرچہ دہلی سلطنت کے دور میں ریاست کی تشکیل، سیاسی اقتدار کی ساخت اور شمالی ہندوستان میں نظام حکومت پر مرکوز تھا۔ اس میں 13ویں اور 14ویں صدی کے سیاسی، مذہبی اور ثقافتی ارتقا کا بھی مطالعہ کرایا جاتا تھا۔ نصاب میں کی گئی تبدیلیاں صرف دہلی سلطنت سے متعلق پیپر تک محدود نہیں ہیں۔ ’ہسٹری آف نارتھ انڈیا، سی 1400 سے 1550‘ کو بھی تیسرے سمسٹر کے ترمیم شدہ نصاب میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ دیگر مجوزہ نصاب بھی حتمی نصاب کا حصہ نہیں ہیں، جو اس طرح ہیں:

جینڈر اینڈ ویمن ان ارلی انڈیا: 1500 قبل مسیح سے 1000 عیسوی

پالیٹیکل پروسیسز اینڈ اسٹرکچر آف پولیٹیز ان اینشینٹ انڈیا

ریلیجن اینڈ سوسائٹی ان اینشینٹ انڈین لٹریچر

تاریخ کے شعبے نے مجموعی طور پر 38 ڈسپلن اسپیسفک الیکٹو (ڈی ایس ای) پیپرس تجویز کیے تھے۔ ان میں سے 16 پیپرس کو تیسرے سمسٹر کے حتمی نصاب میں جگہ ملی ہے۔ پوسٹ گریجویٹ سطح سے ہٹائے گئے دہلی سلطنت کے پیپر کو انڈر گریجویٹ سطح پر پڑھائے جانے والے دہلی سلطنت سے متعلق نصاب سے الگ سمجھا جا رہا ہے۔ پوسٹ گریجویٹ پیپر میں دہلی سلطنت کے دوران اقتدار اور نظام حکومت کی ساخت کے ساتھ ساتھ تاریخ نویسی کے مختلف نقطۂ نظر پر زیادہ توجہ مرکوز کی جاتی تھی، جبکہ یو جی سطح کا نصاب اس دور کا وسیع مطالعہ کراتا ہے۔ قابل ذکر ہے کہ دہلی یونیورسٹی نے ترمیم شدہ نصاب کا نوٹیفکیشن 7 اگست 2026 کو جاری کیا تھا۔ کچھ مجوزہ نصاب اب بھی زیر غور ہیں۔

کرور بھگدڑ متاثرین کے اہل خانہ کو ملازمت دینے کا راستہ صاف

سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ کے حکم پر لگائی روک

نئی دہلی: (ایجنسی) تمل ناڈو کے کرور میں ستمبر 2025 میں ٹی وی کے سربراہ وجے کی ریلی کے دوران ہوئی بھگدڑ میں ہلاک ہونے والوں کے اہل خانہ کو سرکاری ملازمت دینے کے ریاستی حکومت کے فیصلے پر عائد روک ہٹنے کا راستہ صاف ہو گیا ہے۔ سپریم کورٹ نے جمعہ کو مدراس ہائی کورٹ کی مدورائی بنچ کے اس حکم پر عبوری روک لگا دی، جس کے تحت حکومت کے فیصلے کو منسوخ کر دیا گیا تھا۔ جسٹس جے بی پاردی والا اور جسٹس کے ونود چندرن کی بنچ نے تمل ناڈو حکومت کی عرضی پر سماعت کرتے ہوئے یہ حکم دیا۔ ریاستی حکومت نے مدورائی بنچ کے 27 جولائی کے فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا تھا۔ سماعت کے دوران سپریم کورٹ نے سوال اٹھایا کہ ایک المناک سانحے کے بعد ریاست نے متاثرہ خاندانوں کو ملازمت دینے کی پیشکش کی تھی تو اسے چیلنج کرنے کی ضرورت کیا ہے۔ بنچ نے یہ بھی پوچھا کہ ریاست کی جانب سے سانحے کے متاثرین کے اہل خانہ کو روزگار فراہم کرنے میں آخر کیا دقت ہے۔ تمل ناڈو حکومت کی جانب سے سینئر وکلا ابھیشیک منو سنگھوی اور مکل روہتگی نے عدالت میں پیروی کی۔ اس سے قبل مدراس ہائی کورٹ کی مدورائی بنچ نے کرور بھگدڑ میں ہلاک ہونے والوں کے اہل خانہ کو ہمدردانہ بنیاد پر سرکاری ملازمت دینے کے ریاستی حکومت کے فیصلے کو منسوخ کر دیا تھا۔

راج ناتھ سنگھ نے دولت مشترکہ کھیلوں میں تمغے جیتنے والے جوانوں کے ساتھ بات چیت کی

نئی دہلی (یو این آئی) وزیر دفاع راج ناتھ سنگھ اور چیف آف آرمی اسٹاف جنرل دھیرج سیٹھ نے اسکاٹ لینڈ کے گلاسگو میں حال ہی میں اختتام پذیر ہوئے دولت مشترکہ کھیلوں میں 16 تمغے (08 سونا، 07 چاندی اور ایک کانسہ) جیتنے والی فوج کی ٹیم کے اراکین کے ساتھ بات چیت کی وزارتِ دفاع نے جمعہ کے روز بتایا کہ ان کھیلوں میں ہندوستان نے کل 39 تمغے جیتے ہیں جن میں سے 18 تمغے (16 فوج اور دو بحریہ) ہندستانی دفاعی افواج کے جوانوں نے جیتے ہیں۔ وزیر دفاع نے جسمانی اور ذہنی دباؤ سے ابھر کر بین الاقوامی کھیل کی تقریب میں ملک کا وقار بڑھانے کے لیے ہندستانی دفاعی افواج کے مضبوط عزم اور پختہ ارادے کی تعریف کی۔ اس کامیابی کو ”غیر معمولی“ قرار دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ کھلاڑی لوگوں، خاص طور پر نوجوانوں کے لیے باعثِ تقلید ہیں، کیونکہ وہ ”ایک سپاہی اور ایک چیمپئن کا بہترین امتزاج“ ہیں۔ مکے بازی (باکسنگ) میں چھ سونے کے تمغوں میں سے چار خاتون باکسروں کے ذریعہ جیتے جانے پر مسٹر سنگھ نے کہا کہ یہ کامیابی ہندستان کی بڑھتی ہوئی ناری شکتی کا ثبوت ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کامیابی مزید لڑکیوں کو کھیلوں میں حصہ لینے اور دفاعی افواج میں شامل ہونے کے لیے ترغیب دے گی۔ مسٹر سنگھ نے کہا کہ ملک کے ہر کونے سے ہندستانی چیمپئن ابھر رہے ہیں۔

سلیم احمد کرناٹک قانون ساز کونسل کے چیئرمین منتخب

بنگلورو، (یو این آئی) کانگریس کے امیدوار سلیم احمد جمعہ کو کرناٹک قانون ساز کونسل کے چیئرمین منتخب ہو گئے۔ انہیں 38 ووٹ ملے، جبکہ اپوزیشن اتحاد کے امیدوار کے حق میں 30 ووٹ پڑے۔

انتخاب دن کی کارروائی کے آغاز میں عبوری چیئرمین پٹنا نے کرایا۔ نتیجے کے اعلان کے بعد حکمراں جماعت اور اپوزیشن کے ارکان سلیم احمد کو چیئر تک لے کر گئے اور انہیں مبارکباد دی۔ ارکان نے اس بات پر زور دیا کہ ایوان کے پریزائیڈنگ افسر کو غیر جانب دارانہ انداز میں کام کرنا چاہیے۔ حکمراں جماعت کے رہنما یتیندر رسدارامیا نے سلیم احمد کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ وہ طالب علمی کے زمانے سے ہی کانگریس سے وابستہ رہے ہیں اور پارٹی کی جانب سے سونپی گئی مختلف ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے اس مقام تک پہنچے ہیں۔ کونسل میں اپوزیشن لیڈر چلاوادی نارائن سوامی نے کہا کہ سلیم احمد کے ساتھ ان کی ذاتی دوستی چار دہائیوں پر محیط ہے، حالانکہ دونوں کا تعلق مختلف سیاسی نظریات سے ہے۔ انہوں نے نئے چیئرمین سے اپیل کی کہ وہ سیکولر اور غیر جانب دارانہ انداز میں کام کریں اور ایوان کے وقار کو برقرار رکھیں۔ تاہم نارائن سوامی نے سلیم احمد کی امیدواری پیش کرنے کے طریقۂ کار پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ کانگریس پارٹی کے لیٹر ہیڈ پر ان کی امیدواری پیش کیا جانا ”ناقابلِ معافی“ ہے۔ انہوں نے سابق چیئرمین بسواراج ہوراٹی کے استعفے کے حالات پر بھی سوال اٹھایا اور کہا کہ ایوان بالا کے ایک سینئر رکن کو استعفیٰ دینے کے لیے دباؤ میں نہیں لایا جانا چاہیے تھا۔ دریں اثنا، جے ڈی (ایس) کے اندر اختلافات بھی کارروائی کے دوران سامنے آئے۔ پارٹی کے رکن قانون ساز کونسل شرنا گوڈا کاندکور نے انتخاب کے دوران جے ڈی (ایس) کے بعض ارکان کی موجودگی پر قانون ساز پارٹی کے رہنما سریش بابو سے برسرِ عام سوال کیا۔ کاندکور نے پارٹی کی جانب سے انتخابات کے بائیکاٹ کے فیصلے کے بارے میں مبینہ طور پر مناسب اطلاع نہ دیے جانے پر ناراضگی ظاہر کی اور مطالبہ کیا کہ قانون ساز پارٹی کے رہنما تمام ارکان کو مناسب طور پر اطلاع دیں اور اس کی ذمہ داری قبول کریں۔ بتایا جاتا ہے کہ سریش بابو نے کہا کہ ارکان کو ایس ایم ایس بھیجا گیا تھا۔ کاندکور نے سوال کیا کہ ارکان سے براہِ راست رابطہ کیوں نہیں کیا گیا اور بہتر رابطہ کاری کا مطالبہ کیا۔ بعد میں دیگر قانون سازوں نے مداخلت کر کے دونوں رہنماؤں کو پرسکون کرایا۔ یہ انتخاب قانون ساز کونسل کے چیئرمین کے عہدے سے ہوراٹی کے استعفے کے بعد کرایا گیا۔

’ہمارا خون نچوڑ لیا گیا‘: دریائے سندھ آبی معاہدے پر عمر عبداللہ کا درد

سری نگر، (یو این آئی) جموں و کشمیر کے وزیر اعلیٰ عمر عبداللہ نے جمعہ کو کہا کہ دریائے سندھ کے پانی سے متعلق معاہدے کے تحت جموں و کشمیر کو اس کے جائز حصے کے پانی سے محروم رکھا گیا اور علاقے کو اپنے ہی دریاؤں کا مکمل استعمال کرنے کی اجازت نہ دیے جانے کے باعث ”ہمارا خون نچوڑ لیا گیا“۔ پاکستان کے وزیر اعظم شہباز شریف کے اس بیان پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہ پانی کا ایک ایک قطرہ پاکستان کے لیے ”ریڈ لائن“ ہے، عمر عبداللہ نے کہا کہ جموں و کشمیر کے عوام بارہا اس مسئلے پر اپنے خدشات ظاہر کر چکے ہیں اور انہیں اپنے ہی آبی وسائل کے فوائد سے محروم رکھا گیا ہے۔ سری نگر میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ”ہاں، ہمارا خون۔ ہم یہی کہتے رہے ہیں کہ ہمارا خون نچوڑ لیا گیا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ شریف صاحب کو آخرکار احساس ہوا۔ ہمارا خون نچوڑ لیا گیا ہے۔ یہ ہمارے دریا ہیں۔ ان پر پہلا حق ہمارا ہے۔“ ہندوستان نے گزشتہ سال پہلگام دہشت گردانہ حملے کے بعد 1960 میں پاکستان کے ساتھ طے کیے گئے آبی معاہدے کو معطل کر دیا تھا۔

وزیر اعلیٰ نے کشمیر کے عوام کے ساتھ کھڑے ہونے کے پاکستان کے دعووں پر سوال اٹھاتے ہوئے کہا کہ پانی کے معاملے پر پاکستان کا موقف کشمیر کے لوگوں کے ساتھ بار بار ظاہر کی جانے والی ہمدردی سے متصادم ہے۔ انہوں نے سوال کیا کہ ”پاکستانی کہتے ہیں کہ وہ کشمیریوں کے بہت ہمدرد ہیں۔ لیکن جب پانی کی بات آتی ہے تو اس وقت ان کی ہمدردی کہاں تھی جب ہمیں اپنے دریاؤں کا استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی گئی؟“ عمر عبداللہ نے کہا کہ جموں و کشمیر کئی دہائیوں سے اس معاہدے کے نتائج بھگتتا رہا ہے اور خطہ ترقی، پینے کے پانی کے منصوبوں اور آبی آمدورفت کے لیے اپنے آبی وسائل کا مکمل استعمال نہیں کر سکا۔ انہوں نے کہا کہ ”پنجاب کے تین دریا بھارت کے پاس رکھے گئے اور ہمارے تین دریا پاکستان کے حوالے کر دیے گئے۔ اس کے بعد سے ہم سندھ آبی معاہدے کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہیں۔ ہم چناب سے پینے کا پانی حاصل نہیں کر سکے۔ ہم تلبل میں ڈیم بنا کر اسے آبی آمدورفت کے لیے استعمال نہیں کر سکے۔ ہم اپنے کسی بھی دریا پر بڑا ڈیم تعمیر کر کے پانی کو روک نہیں سکے۔“ معاہدے سے متعلق بحث میں آنے والی تبدیلی کا خیر مقدم کرتے ہوئے عمر عبداللہ نے کہا کہ یہ معاہدہ معطل ہی رہنا چاہیے تاکہ جموں و کشمیر بالآخر اپنے آبی وسائل سے فائدہ اٹھا سکے۔ انہوں نے کہا کہ ”یہ اچھی بات ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ پانی کا ہر قطرہ ان کا خون ہے۔ یہ قطرہ ہمارے خون کا ہے۔ اور اب جبکہ سندھ آبی معاہدہ معطل کر دیا گیا ہے، اسے اسی طرح برقرار رہنا چاہیے تاکہ ہم اس پانی کا مناسب استعمال کر سکیں۔“ ریاستی درجے کی بحالی کے معاملے پر وزیر اعلیٰ نے کہا کہ نئی دہلی کے جنتر منتر پر کیا گیا احتجاج ایک وسیع تر تحریک کا صرف آغاز تھا۔ انہوں نے دہرایا کہ ریاستی درجے کی بحالی محض سیاسی مطالبہ نہیں بلکہ مرکزی حکومت کی جانب سے بار بار کیا گیا وعدہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ”ملک کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اور یہ کوئی عام وعدہ نہیں تھا۔ یہ (نریندر) مودی کا وعدہ تھا۔“ انہوں نے مزید کہا، ”ہمارے ملک میں کہا جاتا ہے کہ عام وعدے ہوتے ہیں، پھر ایک ’سپر وعدہ‘ ہوتا ہے۔ یہ ایک سپر وعدہ تھا۔ ابھی تک یہ سپر وعدہ پورا کیوں نہیں ہوا؟ ہمیں اس کا کوئی جواب نہیں مل رہا۔“

یوم آزادی پر 1057 پولیس اہلکاروں کو بہادری کے تمغوں سے نوازا گیا

نئی دہلی (یو این آئی) یوم آزادی کے موقع پر پولیس، فائر فائٹنگ، ہوم گارڈز اور سول ڈیفنس اور اصلاحی خدمات کے کل 1057 اہلکاروں کو بہادری اور خدمات کے تمغے دیے گئے ہیں۔ وزارت داخلہ نے جمعہ کے دن بتایا کہ 301 بہادری کے تمغے، نمایاں خدمات کے لیے 92 صدارتی تمغے اور قابل تحسین خدمات کے لیے کل 664 تمغے دیے گئے ہیں۔ کل 301 بہادری کے تمغوں میں سے 272 پولیس اہلکاروں اور 29 فائر فائٹنگ سروس کے اہلکاروں کو دیے گئے ہیں۔ بہادری کے انعامات میں سے اکثر بائیں بازو کی انتہا پسندی سے متاثرہ علاقوں کے 197 اہلکاروں، جموں و کشمیر کے علاقے کے 51 اہلکاروں، شمال مشرق کے 12 اہلکاروں اور دیگر علاقوں کے 41 اہلکاروں کو ان کے بہادرانہ کارناموں کے لیے دیے جا رہے ہیں۔

विकसित भारत अभियान
1947 TO 2047

80واں یومِ آزادی مبارک

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، حکومت ہند کی سرگرمیاں اور حصولیابیاں (2025-26)

- عالمی کانفرنس/قومی سمینار و کانفرنس
01 عالمی کانفرنس اور 16 قومی سمینار/کانفرنس کا انعقاد
- CABA-MDTP میں ایک سالہ ڈپلوما کورس
28 ریاستوں/یونین ٹیریٹریز میں 528 مراکز، 30568 تربیت یافتہ طلبا
- اردو خطاطی گرافی اور گرافک ڈیزائن میں دو سالہ ڈپلوما کورس
18 ریاستوں/یونین ٹیریٹریز میں 70 مراکز، 3500 تربیت یافتہ طلبا
- اردو زبان میں ایک سالہ ڈپلوما کورس
26 ریاستوں/یونین ٹیریٹریز میں 870 مراکز 59300 تربیت یافتہ طلبا
- فنکشنل عربک میں دو سالہ ڈپلوما کورس
25 ریاستوں/یونین ٹیریٹریز میں 466 مراکز 33235 تربیت یافتہ طلبا
- 59 کتابوں اور رسائل کی اشاعت
- اردو پریس پروموشن کے تحت 906/اخبارات/رسائل کو مالی تعاون
- ڈیجیٹل انڈیا کے تحت اردو کا فروغ
ای کتاب نامی ایپ پر 307 کونسل کی کتابیں یونیکوڈ میں دستیاب۔
اردو ای لائبریری پر تقریباً 745 اردو کتابیں 630 اردو رسائل پی ڈی ایف میں دستیاب
کونسل کے بلاگ پر تقریباً 1600 سے زائد مضامین یونیکوڈ میں دستیاب
اردو آن لائن تعلیم: ہندوستان اور بیرونِ ملک کے 33784 طلبہ وطالبات آن لائن اردو تعلیمی پروگرام سے منسلک ہیں۔
- بک پروموشن/ایگزیبیشن
بیرون ممالک 02 بین الاقوامی کتاب میلوں میں شرکت
02 قومی کتاب میلوں کا انعقاد اور 21 کتاب میلوں میں شرکت
- عربی میں ایک سالہ سرٹیفکیٹ کورس
25 ریاستوں/یونین ٹیریٹریز میں 451 مراکز 28603 تربیت یافتہ طلبا
- فارسی میں ایک سالہ سرٹیفکیٹ کورس
21 ریاستوں/یونین ٹیریٹریز میں 109 مراکز 6946 تربیت یافتہ طلبا

राष्ट्रीय उर्दू भाषा विकास परिषद | قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
National Council for Promotion of Urdu Language
Department of Higher Education, M/o Education, Govt. of India.
Farogh-e-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi-110025
011-35151992, 35152081 www.urducouncil.nic.in director@ncpul.in @nationalcouncilforpromotionofurdulanguage @ncpuldelhi

منٹو نے تقسیم سے متعلق بے مثال کہانیاں تخلیق کیں: قاضی عبید الرحمن ہاشمی

قومی اردو کونسل کے صدر دفتر میں ”تقسیم کی انسانی کہانیوں کی یاد میں“ کے عنوان سے لیکچر کا انعقاد

نئی دہلی: آج قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی کے صدر دفتر میں 80ویں جشن یوم آزادی کی مناسبت سے ”تقسیم کی انسانی کہانیوں کی یاد میں“ کے عنوان سے ایک لیکچر کا اہتمام کیا گیا۔ جس کی صدارت پروفیسر قاضی عبید الرحمن ہاشمی (ممتاز پروفیسر و سابق صدر شعبہ اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ) نے کی جب کہ بحیثیت مقرر پروفیسر ارتضیٰ کریم (سابق ڈائرکٹر قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان و سابق صدر شعبہ اردو، ڈین فیکلٹی آف آرٹس دہلی یونیورسٹی) نے شرکت کی۔ اس سے قبل ادارے کے ڈائرکٹر ڈاکٹر محمد شمس اقبال نے استقبالیہ کلمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ اردو ادب میں اس انسانی المیہ کا ذکر جس شدت سے کیا گیا ہے شاید ہی کسی دوسری زبان میں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ رہی کہ یہ المناک داستان جس مرکز پر بطور خاص رقم ہو رہی تھی اس کی زبان اردو تھی اور اردو کے ادیبوں نے اس کا گہرا اثر لیا اور اس کی جزئیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے افسانے اور ناول لکھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقسیم کے بعد اس انسانی المیے کے واقعہ نے اردو فکشن کو نیا رخ عطا کیا۔

آج کے مقرر پروفیسر ارتضیٰ کریم نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اردو کے ادیبوں نے تقسیم کے انسانی المیے کو شدت سے محسوس کیا اور تقسیم کے درد کا موثر اظہار کیا، انھوں نے تقسیم کی المناکیوں کے ضمن میں منٹو کی کہانی ”شہید ساز“ کی قرأت بھی کی اور اس کو بنیاد بنا کر تقسیم کی مختلف جہات کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں ان کہانیوں میں پوشیدہ سچائیوں کو سمجھنے اور محسوس کرنے کی ضرورت ہے، جس سے تقسیم کے المیے سے متعلق بہت سی پرتیں کھلتی نظر آتی ہیں۔ یہ کہانیاں ہمیں ہر دور کے انسانی رشتوں سے وابستہ کرتی ہیں اور انسانی بنیادوں پر اپنے احساسات و جذبات کو زندہ رکھنے کی طرف راغب بھی کرتی ہیں۔ صدارتی خطاب میں پروفیسر قاضی عبید الرحمٰن ہاشمی نے تقسیم کے المیے پر روشنی ڈالتے ہوئے اردو فکشن پر اس کے اثرات پر گفتگو کی اور اس حوالے سے منٹو کی خدمات کو بھی واضح کیا۔ انھوں نے کہا کہ تقسیم کے المیے پر منٹو نے جو کہانیاں لکھی ہیں وہ بے مثال ہیں۔ اخیر میں ڈاکٹر کلیم اللہ (ریسرچ آفیسر) نے کلمات تشکر ادا کیے اور نظامت نایاب حسن نے کی۔ اس موقع پر پروفیسر قطب الدین، سراج عظیم، مظفر غزالی، منور حسن کمال اور ڈاکٹر ابوظہیر ربانی کے علاوہ قومی اردو کونسل کے اسسٹنٹ ڈائرکٹرز، ریسرچ افسران اور دیگر اراکین موجود رہے۔

الہ آباد ہائی کورٹ: قبول اسلام پر والد نے کیا نظر بند

2 خواتین کو 25 لاکھ روپے معاوضہ دینے کا حکم

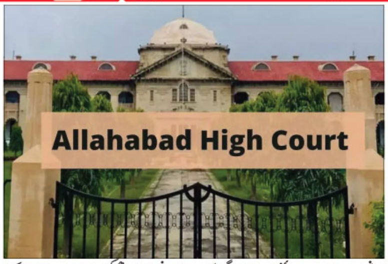

پریاگ راج:14اگست(پی این ایس)الہ آباد ہائی کورٹ نے مذہب تبدیل کرنے والی خواتین کی آزادی کا تحفظ کیا۔الہ آباد ہائی کورٹ نے قرار دیا ہے کہ کسی بالغ شخص کو یہ فیصلہ کرنے کا مکمل حق ہے کہ وہ کہاں رہے گا یا کون سا مذہب اختیار کرے گا۔ والدین اپنی مرضی مسلط کرکے اس آزادی کو محدود نہیں کر سکتے۔عدالت نے 2 خواتین کو 25 لاکھ روپے معاوضہ دینے کا حکم دیا جنہیں عدالت کے مطابق اسلام قبول کرنے کے بعدان کے والد نے غیر قانونی طور پر محصور کر رکھا تھا۔جسٹس سندیپ جین کی سربراہی والی بنچ نے اپنے فیصلے میں کہا کہ تقریباً 20اور 35 سال کی دونوں خواتین نے عدالت کے سامنے واضح طور پر بیان دیا کہ انہوں نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا ہے۔ عدالت کے سامنے ایسا کوئی ثبوت بھی پیش نہیں کیا گیا جس سے یہ ظاہر ہو کہ انہوں نے کسی جبر۔ خوف۔ لالچ یا غیر ضروری اثر و رسوخ کے تحت مذہب تبدیل کیا تھا۔عدالت نے کہا کہ والد کو صرف اس بنیاد پر اپنی بالغ بیٹیوں کو محصور رکھنے کا کوئی قانونی اختیار حاصل نہیں تھا کہ وہ ان کے مذہبی فیصلے سے اختلاف رکھتے تھے۔عدالت نے یہ بھی قرار دیا کہ مبینہ غیر قانونی حراست کو جاری رہنے دینے پر ریاست بھی اپنی ذمہ داری سے بری نہیں ہوسکتی۔
عدالت نے پایا کہ دونوں خواتین بالغ تھیں اورانہیں اپنے مذہب۔ رہائش اور اپنی زندگی کے دیگر معاملات سے متعلق فیصلے کرنے کی قانونی اہلیت حاصل تھی۔ عدالت کے ساتھ گفتگو کے دوران دونوں نے مسلسل کہا کہ انہوں نے اپنی آزاد مرضی سے اسلام قبول کیا اور اس کے اسباب میں ذاتی عقیدہ۔ضمیر۔ ذہنی سکون اور روحانی اطمینان شامل تھے۔ان میں سے ایک خاتون نے عدالت کو بتایا کہ اس نے 2020 میں اسلام قبول کیا تھا جبکہ اس کی بہن نے بتایا کہ اس نے 2021 میں اسلام قبول کیا۔دونوں نے الزام لگایا کہ ان کے والد نے ان کے فیصلوں کی مخالفت کی اور اس کے بعد انہیں والدین کے گھر میں محصور کردیا۔ان کا کہنا تھا کہ انہیں گھر سے باہر جانے سے روکا گیا اور انہیں جسمانی پابندی۔دھمکی اور ذہنی اذیت کا سامنا کرنا پڑا۔عدالت نے کہا کہ جب کوئی شخص بالغ ہو جاتا ہے تو آئین اسے اپنے مذہب۔عقیدے۔رہائش اور تعلقات کے بارے میں فیصلے کرنے کی خود مختاری تسلیم کرتا ہے۔عدالت نے سپریم کورٹ کے سابقہ فیصلوں پر انحصار کیا جن میں سونی گیری بنام گیری ڈگلس 2018 اورشافین جہاں بنام اشوکن کے ایم 2018 شامل ہیں۔ان فیصلوں میں بالغ افراد کی فیصلہ سازی کی خود مختاری کو تسلیم کیا گیا ہے اور عدالتوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ بالغ افراد کے معاملے میں "بالادست سرپرست" کا کردار اختیار نہ کریں۔ ریاست نے مؤقف اختیار کیا کہ مذہبی تبدیلی رضا کارانہ نہیں تھی بلکہ ایک بڑی منظم سازش کا حصہ تھی۔ ریاست نے والد کی جانب سے درج کرائی گئی فوجداری شکایت پر بھی انحصار کیا اور کہا کہ تحقیقات میں بھارتیہ نیائے سنہتا اور اتر پردیش غیر قانونی مذہبی تبدیلی کی ممانعت قانون 2021 کے تحت مزید جرائم کا انکشاف ہوا ہے۔تاہم عدالت نے کہا کہ بندجبس کی کارروائی کے دوران مذہب کی تبدیلی کی قانونی حیثیت اس کے سامنے زیر غور معاملہ نہیں ہے۔عدالت نے کہا کہ "مذہب کی تبدیلی کی قانونی حیثیت اوران کی حراست کی قانونی حیثیت دو الگ اور آزاد معاملات ہیں۔" عدالت نے مزید کہا کہ 2021 کے قانون کی پابندی سے متعلق سوالات کا جائزہ مجاز اتھارٹی یا عدالت لے سکتی ہے۔عدالت نے ریاست کی اس دلیل کو بھی مسترد کر دیا کہ مذہب کی تبدیلی بذات خود قومی سلامتی کے لیے خطرہ ہے۔عدالت نے کہا کہ ایف آئی آر اور جاری تحقیقات کی بنیاد پر کیے گئے عمومی دعووں کے علاوہ عدالت کے سامنے ایسا کوئی مواد پیش نہیں کیا گیا جس سے یہ ثابت ہو کہ خواتین کا اپنی مرضی سے مذہب اختیار کرنا ملک کی خودمختاری۔ سالمیت یا سلامتی کے لیے خطرہ تھا۔عدالت نے مشاہدہ کیا کہ "محض خدشات خواہ وہ کتنے ہی سنگین کیوں نہ دکھائی دیں قانونی طور پر قابل قبول مواد کی جگہ نہیں لے سکتے۔" عدالت نے قرار دیا کہ خواتین کو ان کی مرضی کے خلاف محصور رکھا گیا تھا اور ریاست ان کے بنیادی حقوق کے تحفظ میں ناکام رہی۔عدالت نے آزادی سے محرومی کو "قانون کی حکمرانی کی کھلی توہین" قرار دیا اور کہا کہ اس حراست کے نتیجے میں انہیں ذہنی اذیت۔جذباتی صدمے۔ نفسیاتی تکلیف اور سماجی تنہائی کا سامنا کرنا پڑا۔چنانچہ عدالت نے والد اور اتر پردیش حکومت کو مشترکہ طور پر اور الگ الگ 25 لاکھ روپے ادا کرنے کا ذمہ دار قرار دیا۔ یہ رقم دونوں خواتین میں برابر تقسیم کی جائے گی اور 8 ہفتوں کے اندر ادا کرنا ہوگی۔عدالت نے ریاست کو یہ اجازت بھی دی کہ وہ رقم کا 50 فیصد والد سے اور باقی 50 فیصد ایسے قصوروار سرکاری ملازم سے وصول کرے جس کے اقدامات یا غفلت نے خواتین کی آئینی آزادی سے محرومی میں کردار ادا کیا ہو۔والد کو ہدایت دی گئی کہ وہ خواتین کی آزادی۔ نقل وحرکت۔ رہائش۔ پیشے یا مذہبی انتخاب میں مداخلت نہ کریں۔انہیں یہ بھی حکم دیا گیا کہ وہ 7 دن کے اندر خواتین کے پاسپورٹ۔ تعلیمی اسناد۔ شناختی دستاویزات۔ بینک ریکارڈ۔ مذہب کی تبدیلی سے متعلق دستاویزات اور دیگر ذاتی سامان واپس کریں۔عدالت نے واضح کیا کہ اس کے مشاہدات صرف غیر قانونی حراست کے سوال تک محدود ہیں اوران کا زیر التوا فوجداری کارروائی کے میرٹ یا مبینہ مذہبی تبدیلی کی قانونی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

سماجوادی حکومت میں برہمنوں کی زیادہ توہین ہوئی: ڈاکٹر دنیش شرما

ایودھیا: 14 اگست(پی این ایس) راجیہ سبھا رکن پارلیمنٹ اور اتر پردیش کے سابق نائب وزیر اعلیٰ ڈاکٹر دنیش شرما نے سماجوادی پارٹی پر سخت حملہ کرتے ہوئے کہا کہ سماجوادی پارٹی کی حکومتوں کے دور میں برہمن سماج کو سب سے زیادہ ہراساں کیا گیا۔انہوں نے الزام لگایا کہ برہمن سماج کی توہین کرنا سماجوادیوں کی پرانی عادت رہی ہے۔ڈاکٹر شرما نے کہا کہ برہمن سماج کو معاشرے میں دیوتا کے مانند مقام حاصل ہے اور یہ طبقہ سماج کی فلاح وبہبود کے لیے کام کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ حیرت کی بات ہے کہ جولوگ کبھی بھگوان رام کو نہیں مانتے تھے، وہ آج رام کی فکر کررہے ہیں۔ جب وہ بھگوان رام کو بچانے کی بات کرتے ہیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دراصل وہ اپنے سیاسی وجود کو بچانے کی کوشش کررہے ہیں۔ڈاکٹر دنیش شرما نے کہا کہ رام نگری ایودھیا میں ترنگا یاترا کا شاندار منظر دیکھنے کو ملا۔یہاں منعقدہ 'راشٹر رکشا یگیہ' کو سنتوں کا آشیرواد حاصل ہوا۔انہوں نے کہا کہ اس ترنگا یاترا میں ملک کے نوجوانوں نے 'بھارت ماتا کی جے' کے نعروں کے ساتھ ہاتھوں میں ترنگا تھام کر شرکت کی۔انہوں نے کہا کہ ترنگا یاترا ملک کی یکجہتی اور اتحاد کا مضبوط پیغام دیتی ہے۔ یاترا میں لوگوں کی بڑی تعداد میں شرکت نے قومی جذبے اور حب الوطنی کو نمایاں کیا۔راجیہ سبھا رکن نے کہا کہ رام مندر کی تعمیر کی مخالفت کرنے والے اور شری رام کے وجود پر سوال اٹھانے والے لوگ آج رام نگری میں رام مندر کی تکمیل دیکھ کر حیران ہیں۔ ڈاکٹر شرما نے کہا کہ ایودھیا میں صرف رام مندر تعمیر نہیں ہوا بلکہ ایک جدید ایودھیا بھی وجود میں آئی ہے۔شہر کی پوری تصویر بدل چکی ہے اور یہی تبدیلی اپوزیشن کو پسند نہیں آرہی۔انہوں نے الزام لگایا کہ اپوزیشن چاہتی ہے کہ رام مندر میں بھکتوں کی تعداد کم ہو جائے۔انہوں نے کہا کہ حکومت رام مندر معاملے میں کسی بھی قصوروار کو نہیں چھوڑے گی۔ڈاکٹر شرما نے سماجوادی پارٹی اور کانگریس پر سادھو سنتوں کی توہین کا الزام لگاتے ہوئے کہا کہ انہیں سمجھنا چاہیے کہ ملک سادھو سنتوں کے آشیرواد کے ساتھ 'وکست بھارت' کی جانب آگے بڑھ رہا ہے۔ڈاکٹر دنیش شرما نے ایودھیا کے گاندھی پارک، سول لائنز میں بھارتیہ جنتا پارٹی کی جانب سے منعقدہ ترنگا یاترا میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔اس کے بعد انہوں نے شری رام للا اور شری ہنومان گڑھی کے درشن کیے اور پارٹی کارکنوں کے ساتھ تنظیمی امور پر بھی تبادلہ خیال کیا۔

غازی آباد کے لونی میں شاندار ترنگا یاترا

اے کے شرما کی قیادت میں گونجے حب الوطنی کے نعرے

غازی آباد: 14 اگست(پی این ایس) ضلع کے لونی علاقے میں آج ایک شاندار ترنگا یاترا نکالی گئی۔اس یاترا میں بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اور پورا علاقہ حب الوطنی کے جذبے سے سرشار نظر آیا۔ہاتھوں میں قومی پرچم تھامے لوگوں نے ملک کے تئیں احترام، اتحاد اور قومی یکجہتی کا پیغام دیا۔ترنگا یاترا میں اتر پردیش حکومت کے شہری ترقی اور توانائی کے وزیر اے کے شرما بھی خصوصی طور پر موجود رہے۔ان کی موجودگی میں نکالی گئی اس یاترا میں عوام کا جوش وخروش قابل دید تھا۔جیسے ہی یاترا آگے بڑھی، سڑکوں پر موجود لوگوں نے قومی پرچم لہراتے ہوئے ملک سے محبت کا اظہار کیا۔اس دوران مختلف مقامات پر حب الوطنی کے نعروں سے ماحول گونج اٹھا۔یاترا میں شامل افراد نے ہاتھوں میں ترنگا تھام کر ملک کی آزادی، سالمیت اور اتحاد کے تئیں اپنی وابستگی کا اظہار کیا۔نوجوانوں کے ساتھ ساتھ بڑی عمر کے افراد اور بچوں نے بھی جوش وخروش سے شرکت کی۔قومی پرچم کے ساتھ بڑی تعداد میں لوگوں کی موجودگی نے پورے علاقے میں جشن کا ماحول پیدا کردیا۔شہری ترقی اور توانائی کے وزیر اے کے شرما نے خود ترنگا یاترا میں شرکت کی اور شرکا کا حوصلہ بڑھایا۔انہوں نے لوگوں کے ساتھ چلتے ہوئے قومی پرچم کے تئیں احترام کا اظہار کیا۔ان کی موجودگی نے یاترا میں شامل افراد کے جوش وخروش میں مزید اضافہ کیا۔ ترنگا یاترا کا مقصد عوام میں حب الوطنی، قومی اتحاد اور ملک کے تئیں ذمہ داری کے جذبے کو مضبوط کرنا بھی رہا۔ آزادی کے دن کی تقریبات سے قبل اس طرح کے پروگرام عوام کو ملک کی آزادی کے لیے دی گئی قربانیوں کی یاددلاتے ہیں اورنئی نسل میں قومی فخر کا احساس پیدا کرتے ہیں۔پروگرام کے دوران پولیس اور انتظامیہ بھی پوری طرح مستعد نظر آئی۔ بڑی تعداد میں لوگوں کی شرکت کو دیکھتے ہوئے سکیورٹی کے خصوصی انتظامات کیے گئے تھے۔پولیس اہلکار یاترا کے راستے پر تعینات رہے اور بھیڑ کو منظم رکھنے کے ساتھ ساتھ ٹریفک کی روانی برقرار رکھنے پر بھی توجہ دی گئی۔لونی میں نکالی گئی اس ترنگا یاترا نے ایک بار پھر یہ پیغام دیا کہ قومی پرچم صرف ایک نشان نہیں بلکہ ملک کی آزادی، اتحاد، سالمیت اور قومی وقار کی علامت ہے۔

کاروانِ خلوص کے زیرِ اہتمام شائع کردہ کتاب 'سواتنتر تا سنگرام سینانیوں کی گوروگاتھا'

کی ڈی ایم امروہہ کے ہاتھوں رسمِ رونمائی

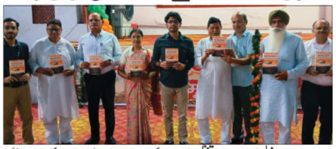

امروہہ (نامہ نگار): ضلعی انتظامیہ اور ثانوی تعلیم شعبہ امروہہ کے مشترکہ اہتمام کندن ماڈل انٹر کالج، امروہہ کے آڈیٹوریم میں منعقد ایک خاص پروگرام کے دوران کاروان خُلوص کی جانب سے منظر عام پر آئی بھون شرما کی اہم کتاب کی رونمائی عمل میں لائی گئی۔ اس پروقار اور تاریخی موقع پر ضلع مجسٹریٹ نتن گوڑ نے جنگ آزادی میں امروہہ کے تاریخی تعاون کو اجاگر کرنے والی کتاب 'سواتنتر تا سنگرام سینانیوں کی گوروگاتھا (ضلع امروہہ ۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء)' کی رسمِ رونمائی انجام دی۔ اس کتاب کے مصنف و مرتب بھونیش کمار شرما بھون ؔ امروہوی ہیں، جبکہ اس کی اشاعت کی ذمہ داری معروف ثقافتی تنظیم 'کاروانِ خلوص' نے نبھائی ہے۔ پروگرام کے دوران کتاب کی اشاعت میں نمایاں خدمات پر ضلع مجسٹریٹ نے تنظیم کے صدر سید محبوب حسین زیدی اور مصنف پنڈت بھونیش کمار شرما 'بھون' امروہوی کو شال اڑھا کر انکی خدمات کو سراہا۔ضلع مجسٹریٹ محترم نتن گوڑ نے کہا کہ ۱۵ اگست کے مبارک موقع پر اس نوعیت کی کتاب کا منظرِ عام پر آنا انتہائی بروقت اور اہم ہے۔ یہ کتاب ہماری نئی نسل کو امروہہ کے ان عظیم مجاہدینِ آزادی کی قربانیوں سے روشناس کرائے گی جنھوں نے ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک ملک کی آزادی کے لیے جدوجہد کی۔ تاریخ کو محفوظ کرنے کی یہ کوشش بے حد قابلِ تحسین ہے۔" بلدیہ چیئر پرسن ششی جین نے اپنے بیان میں کہا کہ امروہہ کی سرزمین ہمیشہ سے حب الوطنی اور باہمی رواداری کا گہوارہ رہی ہے۔ جنگِ آزادی میں ہمارے شہر کے مجاہدین کا کردار نا قابلِ فراموش ہے۔ 'کاروانِ خلوص' اور مصنف بھونیش کمار شرما جی نے اس شاندار تاریخ کو کتابی شکل میں محفوظ کر کے آنے والی نسلوں کو ایک انمول تحفہ دیا ہے۔" اس دوران کتاب کے مصنف اور کاروان خُلوص کے نائب صدر بھون شرما نے کتاب کی اشاعت کے لیے صدر کاروان خُلوص کا شکریہ ادا کیا۔اس پروقار تقریب میں چیف ڈیولپمنٹ آفیسر اشونی کمار مشرا، ڈی آئی او محمد دانش، ضلعی معاشی وشماریاتی آفیسر پنیت کمار، ضلع پنچایت راج آفیسر نتن کمار شرما، اور ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز شاننند سمیت کئی سینئر انتظامی افسران، اساتذہ اور شہر کی نمایاں شخصیات بالخصوص نواب مراد علی خان سردار پہلاد سنگھ ڈھلو عالمگیر خسرو، ایڈوکیٹ ایم اسلام عالمی، حسین محمد جان اور بڑی تعداد میں دیگر اہم افراد موجود رہے۔ تمام حاضرین نے اس کتاب کی اشاعت پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کاروان خُلوص کو مبارکباد پیش کی۔

سوفیہ انٹرنیشنل اسکول میں ہریالی تیج کا رنگارنگ پروگرام

دیوبند، 14 /اگست(ڈاکٹر فیروز خان)سوفیہ انٹرنیشنل اسکول میں ہریالی تیج کے موقع پر ایک پروگرام کا انعقاد کیا گیا،جس میں بچوں نے جھولا جھولنے کے ساتھ ساتھ ڈانس اور کویتاؤں کے مقابلہ میں حصہ بھی لیا۔اس دوران طالبات نے مہندی، جوڑا میکنگ، ڈریس اپ سینس، کوئیز ٹائم، ہیئر اسٹائل، ساس بہو، کپل، پوسٹر میکنگ مقابلوں میں بڑے جوش و خروش کے ساتھ شرکت کی۔اس موقع پر اسکول کے پرنسپل منوج کمار نے طلبہ وطالبات کو بتایا کہ ہریالی تیج کا تہوار شراون کے مہینہ میں شُکل پکش تریتیا کو منایا جاتا ہے۔یہ خواتین کا تہوار ہے۔ساون میں جب ہر جگہ ہریالی چھا جاتی ہے تو اس موقع پر خواتین بہت خوش ہوتی ہیں اور درخت کی شاخوں میں جھولے پڑ جاتے ہیں۔مشرقی اتر پردیش میں اسے کجلی تیج کے روپ میں منایا جاتا ہے۔انہوں نے بتایا کہ شادی شدہ عورتوں کے لیے یہ دن خاصی اہمیت کا حامل ہے۔آستھا، اُمنگ، خوبصورتی اور محبت کا یہ تہوار شیو۔پاروتی کے دوبارہ ملن کی یاد میں منایا جاتا ہے۔چاروں طرف ہریالی ہونے کی وجہ سے اسے ہریالی تیج کہتے ہیں۔اس موقع پر خواتین جھولے جھولتی ہیں،لوک گیت گاتی اور خوشیاں مناتی ہیں۔اس دوران اسکول کی کو آرڈینیٹر ارپیتا وجن،راجیش کمار،کیشو اگروال کرن،ویشالی،سواتی،سنیتا،وندنا،ندھی،شگون،ہیما،پارول اور میناکشی وغیرہ موجود رہیں۔

عتیق گینگ کی 156 کروڑ روپے کی بے نامی جائیدادیں ہوں گی ضبط

30 سیزائد پلاٹوں کی تصدیق شروع

پریاگ راج: 14 اگست(پی این ایس) پریاگ راج میں مافیا عتیق احمد اور اس کے بھائی اشرف احمد کی بے نامی جائیدادوں کے خلاف انتظامی کارروائی اب تیز ہونے والی ہے۔تقریباً 156 کروڑ روپے کی جائیدادیں ضبط کرنے کی تیاریاں شروع کردی گئی ہیں۔اسپیشل ڈائریکٹر جنرل آف پولیس (امن وامان) کی جانب سے خط موصول ہونے کے بعد انتظامیہ نے نشاندہی کی گئی زمینوں کی تصدیق شروع کردی ہے۔انتظامی ٹیم موقع پر زمین کے اصل ریکارڈ اور صورتحال کا جائزہ لے کر رپورٹ تیار کرے گی۔ اس کے بعد یہ رپورٹ پولیس کو پیش کی جائے گی، جس کی بنیاد پر مزید ضبطی کی کارروائی شروع کی جائے گی۔ خط میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ زمین کی خرید وفروخت سے حاصل ہونے والی رقم مبینہ طور پر عتیق کی اہلیہ شائستہ پروین، بیٹے اجم اور اشرف کی اہلیہ زینب میں تقسیم کی جارہی تھی۔انتظامیہ کے مطابق تحصیل صدر کے علاقے میں عتیق اور اشرف کی متعدد زمینوں کا انکشاف ہوا ہے۔ ان میں عین الدین پور میں 30 سے ؟؟ زائد پلاٹوں کی تجاوزات بھی شامل ہیں۔ زمین کے لین دین میں نبی احمد، محمد نوح،عتیق کے سالے صبی احمد اور اشرف کے سالے محمد زید کے نام بھی سامنے آئے ہیں۔اسسٹنٹ پولیس کمشنر دھوم گنج نے محکمہ ریونیو کو ایک خط بھیجا ہے جس میں زمینوں کی درست تشخیص اور تصدیق کو یقینی بنانے کے لیے مشترکہ ٹیم تشکیل دینے کی درخواست کی گئی ہے۔آئی آئی آئی ٹی کے قریب ایک شادی ہال کے قریب ایک مبینہ مافیا کا دفتر بھی بتایا گیا ہے۔گینگ سے وابستہ فہیم،محمد نوح اور محمد راشد عرف نیلو پر عتیق اور اشرف کی موت کے بعد بے نامی جائیدادیں فروخت کرنے کا الزام ہے۔کساری مساری میں سیل شدہ اراضی اور کیسریا میل روڈ پر تقریباً 18 بیگھہ اراضی پر تجاوزات کی مزید تحقیقات جاری ہیں۔ ایس ڈی ایم صدر کی جانب سے ابتدائی رپورٹ میں سرکاری اراضی کی فروخت کی تصدیق نہیں کی گئی تاہم زمین کے ایک بڑے پلاٹ پر تجاوزات کا انکشاف ہوا ہے۔یہ مسئلہ صرف پریاگ راج تک محدود نہیں بتایا جارہا ہے۔لکھنؤ میں زمین کے ایک بڑے پلاٹ پر تجاوزات کی اطلاعات کے بعد، انتظامی جانچ جاری ہے۔ڈی ایم منیش کمار ورما کی ہدایت پر ایس ڈی ایم صدر، تحصیلدار صدر اور متعلقہ اکاؤنٹنٹس پر مشتمل ایک ٹیم تشکیل دی گئی ہے۔ ڈی ایم کے مطابق،عتیق اور اشرف سے منسلک کئی تجاوزات کی نشاندہی کی گئی ہے، اور دیگر جائیدادوں (عتیق احمد کی بے نامی جائیدادوں) کی بھی تحقیقات جاری ہیں۔ تصدیق مکمل ہونے کے بعد تفصیلی رپورٹ پولیس کو پیش کی جائے گی۔

نیم کے درخت کے نیچے کھڑے تھے دو بھائی۔آسمانی بجلی گرنے سے بڑے والے کی گئی جان، چھوٹا بھی زد میں

ہاپوڑ:14اگست(پی این ایس)جمعہ کو اتر پردیش کے ہاپوڑ کے بابوگڑھ تھانہ علاقے میں واقع رسول پور بہلول پور گاؤں میں آسمانی بجلی گرنے سے ایک 18 سالہ نوجوان کی موت ہو گئی اور اس کا چھوٹا بھائی بھی اس کی زد میں آگیا۔خوش قسمتی سے وہ بچ گیا۔حادثے سے اہل خانہ میں کہرام مچ گیا۔گاؤں والوں کے مطابق رسول پور بہلول پور کے رہنے والے اتل کمار کا 18 سالہ بیٹا آرین جمعہ کی صبح تقریباً 11 بجے اپنے گھر کے صحن میں نیم کے درخت کے نیچے اپنے چھوٹے بھائی دکش کے ساتھ چہل قدمی کررہا تھا۔اچانک موسلا دھار بارش کے ساتھ کڑکتی ہوئی بجلی نیم کے درخت سے ٹکرا گئی۔ آرین نیچے گر کر شدید زخمی ہوگیا جبکہ قریب ہی موجود دکش کو بھی زد میں آگیا تاہم خوش قسمتی سے وہ بچ گیا۔واقعے کے فوراً بعد گھبرائے ہوئے خاندان نے اسے علاج کے لیے ہاپوڑ کے دیوننندنی اسپتال پہنچایا۔علاج کے دوران ڈاکٹروں نے آرین کو مردہ قرار دے دیا۔نوجوان کی موت کی اطلاع ملتے ہی اہل خانہ ہسپتال کے احاطے میں کہرام مچ گیا۔پولیس اور انتظامی ٹیم جائے وقوعہ پر پہنچی اور مجسٹریٹ کی موجودگی میں انکوائری رپورٹ تیار کرکے لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دیا۔

روڈویز اور پرائیویٹ بسوں میں تصادم، تین افراد شدید زخمی، ڈرائیور فرار

بلندشہر ضلع کے ڈبائی تھانہ علاقے میں سی این جی پمپ کے سامنے پیش آیا سڑک حادثہ

بلندشہر 14/اگست (پریس ریلیز) بلندشہر کے ڈبائی تھانہ علاقے میں آج جمعہ کی صبح اس وقت افراتفری مچ گئی جب ایک روڈویز کی بس اور پرائیویٹ بس آپس میں متصادم ہوگئیں ۔حادثے کے بعد مسافروں میں چیخ وپکار مچ گئی ۔اس حادثے میں تین لوگ زخمی بتائے گئے ہیں۔موقع پر پہنچی پولیس نے زخمیوں کو فوری اسپتال میں داخل کرایا، جہاں ان کی حالت بہتر بتائی گئی ہے۔اطلاع کے مطابق ڈبائی تھانہ علاقے میں واقع سی این جی پمپ کے پاس صبح سویرے گریٹر نوئیڈا ڈپو کی روڈویز بس سامنے سے آرہی پرائیویٹ بس سے ٹکرا گئی۔ٹکر اس قدر تیز تھی کہ دونوں بسوں کے آگے کے حصے بری طرح مسخ ہوگئے اور بسوں میں سوار مسافروں میں چیخ وپکار مچ گئی ۔مقامی لوگ فوراً موقع پر دوڑ پڑے اور پولیس کو حادثے کی اطلاع دی ۔پولیس نے موقع پر پہنچ کر زخمیوں کو فوری اسپتال پہنچایا۔اس حادثے میں تین افراد شدید زخمی بتائے گئے ہیں جنھیں طبی امداد کے بعد سی ایچ سی ڈبائی سے ہائر میڈیکل سینٹر کے لیے ریفر کردیا گیا ہے۔پولیس کے مطابق روڈویز اور پرائیویٹ دونوں بسوں کے ڈرائیور موقع سے فرار ہو گئے۔جن کی تلاش کی جارہی ہے ۔فی الحال پولیس نے مقدمہ درج کر کے مزید تفتیش شروع کردی ہے۔

پی.جی کالج دیوبند میں رنگولی مقابلہ وقومی پرچم پر سیمینار

دیوبند، 14 /اگست(ڈاکٹر فیروز خان) گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج دیوبند میں رنگولی مقابلہ اور سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں طلباء کو قومی پرچم لہرانے،اس کی نمائش اور احترام سے متعلق قوانین سے آگاہ کیا گیا۔ ہر گھر ترنگا مہم کے تحت منعقدہ فلیگ کوڈ اور پریوینشن آف انسلٹس ٹو نیشنل آنرا ایکٹ کے موضوع پر منعقدہ ایک سیمینار میں ڈاکٹر شاہ نظر نے طلبہ کو قومی پرچم لہرانے، اس کی نمائش اور احترام سے متعلق قوانین سے آگاہ کیا۔ڈاکٹر ٹینا نے بتایا کہ وندے ماترم کو بھی اب قومی ترانے کی طرح قانونی تحفظ حاصل ہے۔وہیں رنگولی مقابلے میں پراچی دیو نے پہلا، نیہا نے دوسرا اور نیتو نے تیسرا مقام حاصل کیا۔

سکندرآباد میں پھل اور سبزی منڈی کی بدحالی پر آڑھتیوں کی غیر معینہ ہڑتال

لاکھوں روپے ٹیکس وصولی کے بعد بھی آڑھتیوں کو بنیادی سہولتوں سے محروم رکھنے کا الزام

بلند شہر 14/ اگست (پریس ریلیز) بلندشہر کے سکندرآباد میں جی ٹی روڈ پر واقع پھل اور سبزی منڈی میں ابتر حالات کے خلاف آڑھتیوں کا غصہ بھڑک اٹھا ہے۔ گندگی اور بدانتظامی سے تنگ آکر انہوں نے غیر معینہ مدت کی ہڑتال کا اعلان کیا ہے۔ آڑھتیوں کا الزام ہے کہ وہ برسوں سے شکایت کررہے ہیں، حکام کے ذریعے دورہ کیا جاتا ہے اور یقین دہانیاں کرائی جاتی ہیں، لیکن سبزی منڈی کی صورتحال جوں کی توں ہے۔منڈی کے احاطے میں گندا پانی، کچرے کے ڈھیر اور غلاظت کے انبار لگے ہوئے ہیں ۔ ہزاروں کسان روزانہ دور دراز کے علاقوں سے پھل اور سبزیاں لے کر یہاں آتے ہیں لیکن منڈی کی خراب صورتحال ان کے لیے خاصی مشکلات کا باعث بنتی ہے۔ صفائی کے ناقص انتظامات اور آوارہ جانوروں کے مسئلہ کی وجہ سے صورتحال ابتر ہوگئی ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ منڈی سے لاکھوں روپے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے، اس کے باوجود آڑھتیوں اور کسانوں کو بنیادی سہولتوں سے محروم رکھا جارہا ہے۔سبزی منڈی میں پینے کے پانی کا بھی برا حال ہے،منڈی میں لگے ہینڈ پمپ کافی وقت سے خراب حالت میں ہیں۔دور دراز علاقوں سے اپنی فصلیں لانے والے کسان شدید گرمی میں پانی کی بوتل خرید کر پیاس بجھانے پر مجبور ہیں۔آڑھتیوں کا کہنا ہے کہ جب ٹیکس وصولی میں کوئی کمی نہیں ہوتی تو پھر سہولیات فراہم کرنے میں اتنی غفلت کیوں؟ ہڑتال پر بیٹھے آڑھتیوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ جب تک منڈی کی صفائی، نکاسی آب اور پینے کے پانی کا نظام بہتر نہیں کیا جاتا ہڑتال ختم نہیں ہوگی۔اس موقع پر اہل آڑھتی ،دیپک شرما،کلوا چودھری، عثمان قریشی،محمد عامر ،مرتضی قریشی، کشن سینی ،راہل اگروال ،وسیم راعین ،سلیم راعین ،اسلام الدین راعین ،چھوٹے ،فیضان قریشی،عزیز قریشی وغیرہ شریک رہے۔

یوم آزادی پر ترنگے کے رنگ میں رنگے گا اتر پردیش

ہر گھر ترنگا مہم کے تحت اسکولوں میں ریلیاں، شہداء کی یادگاروں پر خصوصی پروگرام

لکھنؤ، 14 اگست۔ہر گھر ترنگا مہم-2026 کے تحت ریاست میں 09 سے 17 اگست، 2026 تک ہر گھر ترنگا مہم کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔اس مہم کا پہلا مرحلہ 06 سے 08 اگست، 2026 تک اور دوسرا مرحلہ 09 سے 12 اگست، 2026 تک چلایا گیا، جس میں پوری ریاست کے لوگوں نے بھرپور شرکت کی۔ اسی سلسلے میں تیسرا مرحلہ 13 سے 15 اگست 2026 تک چلایا جائے گا۔اس مہم کے دوران تمام رہائشی مکانات، سرکاری، غیر سرکاری اداروں، تجارتی اداروں، شہداء کی یادگاروں، امرت سروور وغیرہ پر پرچم کشائی کی تقریبات کا انعقاد کیا جائے گا۔یہ اطلاع ریاست کے سیاحت اور ثقافت کے وزیر جناب جیویر سنگھ نے دی۔انہوں نے کہا کہ کل یوم آزادی کے موقع پر بیسک اور سیکنڈری اسکولوں کے طلباء کی ریلی نکالی جائے گی۔ اس دوران شروع ہونے سے پہلے وندے ماترم گایا جائے گا۔اس کے علاوہ اسکول میں جنرل نالج مقابلہ اور ثقافتی پروگرام وغیرہ کا انعقاد کیا جائے گا۔ ان پروگراموں میں بطور مہمان خصوصی مدعو عوامی نمائندے تقاریر کریں گے۔ 15 اگست کو آنگن واڑی مراکز، اولڈ ایج ہوم، بے سہارا گھروں، معذوروں کے گھروں اور نابالغ گھروں میں پروگرام منعقد کر کے مٹھائیاں تقسیم کی جائیں گی۔اس دوران گاؤں پردھانوں اور گاؤں پنچایت افسر پنچایت سکریٹریٹ اور امرت سرووروں میں پرچم کشائی کریں گے۔ اس کے علاوہ تمام سرکاری ملازمین، غیر سرکاری ملازمین، اساتذہ اور باغبانی کے اداروں میں کام کرنے والے ملازمین اپنے گھروں میں لازمی طور پر ترنگا لہرائیں گے۔ ہر ضلع میں 15 اگست کو منعقد ہونے والے پروگراموں میں آزادی پسندوں کے اہل خانہ، جنگ میں شہید ہونے والے فوجیوں اور سابق فوجیوں کے اہل خانہ کو مدعو کرنے اور ان کی عزت کرنے کی ہدایات دی گئی ہیں۔وزیر سیاحت نے بتایا کہ تحریک آزادی سے جڑے مقامات جیسے شہداء میموریل میرٹھ، چوری چورا گورکھپور، جھانسی فورٹ، بھٹو کانپور، ریذیڈنسی لکھنؤ، بلیا شہداء کی یادگار، سہیل دیو میموریل بہرائچ، لکشمی بائی، منگل پانڈے، گلاب سنگھ لودھی، چندر شیکھر آزاد، رام چندر ودیارتھی وغیرہ مجاہدین آزادی کو یاد کرنے کے لیے 15 اگست تک پروگرام منعقد کیے جائیں گے، پولیس، پی اے سی بینڈ اور ہوم گارڈ بینڈ شہداء کے مقامات اور یادگاروں پر صبح و شام حب الوطنی کے گیت بجائیں گے۔این سی سی، این ایس ایس، نہرو یووا کیندر، یووک منگل دل، مہیلا منگل دل اور سول ڈیفنس سمیت رضا کار تنظیموں کو بھی ترنگا ریلی میں شامل ہونا چاہیے۔ان تمام پروگراموں کے انعقاد کے لیے ایڈیشنل چیف سیکریٹری سیاحت، ثقافت جناب امرت ابھی جات نے 5 اگست 2026 کو تمام ایڈیشنل چیف سیکریٹریوں، پرنسپل سیکریٹریوں اور اتر پردیش حکومت کے سیکریٹریوں اور تمام ضلع مجسٹریٹوں کو تفصیلی رہنما خطوط جاری کیے تھے۔

نائب وزیر اعلیٰ کیشو پرساد موریہ نے ملک اور ریاست کے لوگوں کو یوم آزادی کی مبارکباد دی

لکھنؤ، 14 اگست۔اتر پردیش کے نائب وزیر اعلیٰ جناب کیشو پرساد موریہ نے یوم آزادی کے پرمسرت موقع پر ملک اور ریاست کے لوگوں کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد اور نیک خواہشات کا اظہار کیا ہے۔یوم آزادی کے موقع پر جاری اپنے مبارکبادی پیغام میں مسٹر موریہ نے کہا ہے کہ یوم آزادی پر ہمیں اپنے ملک کے مجاہدین آزادی کی قربانیوں اور لگن سے نہ صرف تحریک ملتی ہے بلکہ حب الوطنی کا جذبہ بھی مضبوط ہوتا ہے۔انہوں نے کہا کہ اس موقع پر ہمیں خود کا جائزہ لینا چاہئے اور ملک و ریاست کی ترقی اور عظیم محب وطن لوگوں کے خوابوں اور اہداف کے مطابق مساوات پر مبنی معاشرے کی تعمیر کے لئے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو پوری وابستگی کے ساتھ ادا کرنے کا عہد کرنا چاہئے۔

مایاوتی کی برہمن برادری سے بی ایس پی میں مضبوطی سے جڑے رہنے کی اپیل

2007 کی طرز پر مناسب نمائندگی اور احترام کی یقین دہانی

لکھنؤ: 14 اگست(پی این ایس) برہمن برادری کی حمایت سے یوپی انتخابات میں اقتدار میں واپسی کا خواب دیکھنے والی بی ایس پی سپریمو مایاوتی نے ایک بیان میں برہمن برادری سے بی ایس پی میں شامل ہونے کی اپیل کی ہے۔انہوں نے کہا کہ بی ایس پی برہمن برادری، خاص طور پر برہمن برادری کو بھی یقین دلانا چاہتی ہے کہ وہ پارٹی کے ساتھ مضبوطی سے وابستہ رہیں۔انہیں ہر الیکشن میں ان کی تیاریوں کی بنیاد پر، یعنی انتخابی امیدواروں کے طور پر ان کی شراکت، اور حکومت بنانے پر، جیسا کہ 2007 میں مناسب احترام اور غور کیا جائے گا۔ جیسا کہ مشہور ہے، بی ایس پی ایک الگ شناخت والی پارٹی ہے، جو 'سروجن ہتائے اور سروجن سکھائے' کی پالیسیوں اور اصولوں پر عمل پیرا ہے۔ یہ قابل احترام بابا صاحب ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کے مقدس آئین کی حقیقی روح کے مطابق کسی فرد کی نہیں بلکہ سب کی فلاح و بہبود کے لیے وقف ہے۔اس لیے پارٹی پر لیڈروں کا غلبہ نہیں ہے، بلکہ سرشار امبیڈکرائی کارکنوں کی فوج ہے، جو ہر سطح پر اپنے پورے دل، دماغ اور پیسے سے سرگرم ہے۔یہ بھی وہی روایت ہے جو عزت مآب کانشی رام جی نے پارٹی اور تحریک کے مفاد میں قائم کی تھی۔اس لیے برہمن برادری اور دیگر تمام برادریوں سے جو پارٹی سے نکالے گئے ہیں یا نکالے جا رہے ہیں، یا جو اپنے ذاتی فائدے کے لیے دوسری پارٹیوں میں شامل ہوئے ہیں، یا جو خاص طور پر اپنی بداعمالیوں سے بچنے کے لیے حکمراں جماعت میں شامل ہوئے ہیں، ان کی پارٹی سے لگن عوام کی نظروں میں انتہائی مشکوک اور مایوس کن ہوگئی ہے، ان کے اعمال کے جائزے کی بنیاد پر۔خاص طور پر بی ایس پی حکومت کے دوران، ایسے افراد نے اپنے ذاتی اور خاندانی مفادات کے لیے پارٹی سے زیادہ تر فائدہ اٹھایا ہے، اور بڑی حد تک غیر فعال اور اپنی برادری اور پارٹی کے مفادات سے لاتعلق رہے ہیں۔صرف یہی نہیں بلکہ ان وجوہات کی وجہ سے ان افراد نے اپنی برادری کو صحیح طریقے سے بی ایس پی میں ضم نہیں کیا ہے۔ان کارروائیوں کی وجہ سے، جو پارٹی کی توقعات کے برعکس ہیں، پارٹی کو گزشتہ کئی لوک سبھا اور اسمبلی کے عام انتخابات میں خاصا نقصان اٹھانا پڑا ہے، جو کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔لیکن اس کے بعد سے، پارٹی کے سینئر اراکین، جو ہر لحاظ سے پارٹی کے لیے وفادار اور وقف رہے ہیں، روزانہ نئے، محنتی، ایماندار افراد، خاص طور پر نوجوانوں کو، پارٹی کی نرسری میں تیار کر رہے ہیں، ایک مہم جو زور وشور سے جاری ہے۔اور اب، کافی حد تک، وہ پارٹی کی توقعات کے مطابق، انتھک محنت کر رہے ہیں۔پارٹی پوری طرح سے توقع رکھتی ہے کہ یہ تمام نئے اور پرانے ممبران ہر لحاظ سے بہتر، صاف ستھرے اور مشنری بن کر ابھریں گے اور حقیقی امبیڈکرائی اور آئین پرست جدوجہد کے لیے بے حد مفید ثابت ہوں گے۔اس کے ساتھ ساتھ پارٹی برہمن برادری کو خاص طور پر یہ یقین دلانا چاہتی ہے کہ وہ پارٹی سے مضبوطی سے جڑے رہیں اور ان کی تیاری کی بنیاد پر انہیں ہر الیکشن میں، یعنی انتخابی امیدوار کے طور پر نامزد کر کے، اور حکومت بننے پر، ان کو اور دیگر تمام برادریوں کو اسی طرح احترام اور 20 میں عزت دی جاتی رہے گی۔

ممتاز پی۔جی۔کالج میں ”ہر گھر ترنگا“ کے تحت شاندار ترنگا یاترا

لکھنؤ: ممتاز پی۔جی۔کالج، ڈالی گنج، لکھنؤ کی قومی خدمت اسکیم (NSS) کی چاروں اکائیوں کے مشترکہ زیرِ اہتمام کالج میں ”ہر گھر ترنگا“ مہم کے تحت ایک شاندار ترنگا یاترا کا کامیاب انعقاد کیا گیا۔پروگرام کا آغاز قومی خدمت اسکیم کے پروگرام افسران کی قیادت میں رضا کار طلبہ و طالبات اور دیگر طلبہ کی جانب سے NSS کا ہدف گیت پیش کر کے کیا گیا۔اس کے بعد پروگرام کی صدارت کر رہے کالج کے پرنسپل پروفیسر نسیم احمد خان نے اپنے خصوصی خطاب میں ”ملک کی تعمیر میں نوجوانوں کا کردار اور ترنگے کی اہمیت“ پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے نوجوانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے مقصد پر پوری توجہ مرکوز کریں، کیونکہ ”ترقی یافتہ ہندوستان 2047“ کا خواب نوجوان نسل ہی پورا کر سکتی ہے۔انہوں نے طلبہ کو قومی پرچم کے تئیں ان کی ذمہ داریوں کی بھی یاددہانی کرائی۔ترنگا یاترا میں کالج کے اساتذہ اور تمام ملازمین نے جوش وخروش کے ساتھ شرکت کی۔ یاترا کے دوران طلبہ ہاتھوں میں قومی پرچم لیے ہوئے تھے اور پروگرام افسر ڈاکٹر لیاقت علی کی جانب سے لگائے گئے حب الوطنی کے نعروں سے کالج کا پورا ماحول حب الوطنی، قومی وقار اور جوش و جذبے سے سرشار ہو گیا۔طلبہ اور کالج کے اراکین نے عام لوگوں کو قومی پرچم کے احترام اور ملک کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں بیدار کیا۔اس موقع پر ملک کی یکجہتی، سالمیت اور وقار کو برقرار رکھنے کا عہد کرتے ہوئے ”ہر گھر ترنگا“ مہم کو عوام تک پہنچانے کا پیغام دیا گیا۔پروگرام میں طلبہ نے نظم وضبط اور پورے جوش وخروش کے ساتھ شرکت کی۔کالج کے اساتذہ اور ملازمین نے بھی بھرپور انداز میں اپنی شرکت یقینی بنائی۔پروگرام کی مکمل منصوبہ بندی اور کامیاب نظامت قومی خدمت اسکیم کے پروگرام افسران ڈاکٹر لیاقت علی، ڈاکٹر عامر حسین صدیقی، ڈاکٹر شیبا صدیقی اور ڈاکٹر زینت وارثی نے انجام دی۔

نئی نسل کو آزادی کی تاریخ، قومی یکجہتی اور اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ کرنا ضروری ہے

آزادی اور ہماری ذمہ داری پر مولانا آزاد میموریل اکیڈمی میں سیمینار و انعامی تقریب

لکھنؤ، 14 اگست: مولانا آزاد میموریل اکیڈمی، لکھنؤ کے زیرِ اہتمام یومِ آزادی کی پیشِ شام ”آزادی اور ہماری ذمہ داری“ کے عنوان سے سیمینار و انعامی تقریب اکیڈمی کے احاطے، اورنگ آباد خالصہ، بجنور روڈ میں منعقد ہوئی۔تقریب کے مہمانِ خصوصی اسلامک سینٹر آف انڈیا، لکھنؤ کے صدر مولانا خالد رشید فرنگی محلی تھے، جبکہ آشیانہ پریوار کے صدر آر۔ڈی۔دویدی، اسٹیٹ تکمیل الطب کالج اینڈ ہاسپٹل کے پرنسپل ڈاکٹر عبدالقوی اور سابق گروپ کیپٹن، انڈین ایئر فورس دنیش چندر نے بطورِ مہمانانِ ذی وقار شرکت کی۔اس موقع پر مہمانِ خصوصی مولانا خالد رشید فرنگی محلی نے ”ہر گھر ترنگا“ کے پیغام کے ساتھ امن و سلامتی کی علامت کبوتر کو ترنگا جھنڈے کے ساتھ فضا میں آزاد کیا اور یومِ آزادی کے قومی، اتحاد و امن کے پیغام کو عام کیا۔کبوتر آزاد کرنے کا یہ خوبصورت اور علامتی منظر تقریب میں موجود شرکاء کی خصوصی توجہ کا مرکز رہا۔مولانا خالد رشید فرنگی محلی نے اپنے خطاب میں کہا کہ آزادی محض ایک حق نہیں بلکہ ایک بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ہمیں آزادی کی قدر کرتے ہوئے ملک کے اتحاد، امن، بھائی چارے اور ترقی کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔نئی نسل کو آزادی کی جدوجہد اور اس کے لیے قربانیاں دینے والے مجاہدین کی تاریخ سے واقف کرانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔آر۔ڈی۔دویدی نے کہا کہ ملک کی ترقی اور مضبوطی کے لیے تمام طبقات کو باہمی اختلافات سے بالاتر ہو کر قومی مفاد میں متحد ہو کر کام کرنا ہوگا۔نوجوانوں کو تعلیم، نظم وضبط اور سماجی ذمہ داریوں کو ترجیح دینی چاہیے۔ڈاکٹر عبدالقوی نے کہا کہ تعلیم ہی ایک باشعور، ذمہ دار اور مضبوط قوم کی بنیاد ہے۔صحت، تعلیم اور سائنسی سوچ کے فروغ کے بغیر ملک کی حقیقی ترقی ممکن نہیں۔سابق گروپ کیپٹن دنیش چندر نے کہا کہ ملک کی حفاظت اور ترقی ہر شہری کی ذمہ داری ہے۔ہمیں اپنے فرائض ایمانداری سے ادا کرتے ہوئے قومی تعمیر میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔اکیڈمی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبدالقدوس ہاشمی نے کہا کہ اکیڈمی کا مقصد نئی نسل میں حب الوطنی، قومی یکجہتی، سماجی ہم آہنگی اور ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا ہے۔آزادی کے اس موقع پر ہمیں عہد کرنا چاہیے کہ ملک کے امن، ترقی اور خوشحالی کے لیے اپنی ذمہ داریاں پوری ایمانداری سے ادا کریں گے۔آخر میں یومِ آزادی کے سلسلے میں اکیڈمی کی جانب سے منعقدہ مختلف تحریری، تقریری، پوسٹر اور دیگر تعلیمی و ثقافتی مقابلوں میں حصہ لینے والے طلبہ و طالبات کو مہمانانِ گرامی کے ہاتھوں انعامات اور اسناد پیش کی گئیں۔تقریب میں طلبہ و طالبات، اساتذہ، سماجی کارکنان اور معزز شہریوں نے شرکت کی۔

ترنگا ملک کی آزادی، اتحاد، سالمیت اور قربانیوں کی علامت ہے: پروفیسر اجے تنیجا

لینگویج یونیورسٹی میں جوش و خروش کے ساتھ 'ہر گھر ترنگا یاترا' کا انعقاد

لکھنؤ، 14 اگست 2026: خواجہ معین الدین چشتی لینگویج یونیورسٹی میں یوم آزادی کے موقع پر وائس چانسلر پروفیسر اجے تنیجا کی رہنمائی میں کیمپس اور اطراف کے دیہات میں 'ہر گھر ترنگا یاترا' کا انعقاد کیا گیا۔ یاترا کا مقصد عوام اور بالخصوص نوجوانوں میں حب الوطنی کے جذبات کو مہمیز کرنے کے ساتھ ساتھ انھیں وطن کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلانا تھا۔یاترا کے آغاز سے قبل وائس چانسلر پروفیسر اجے تنیجا نے طلبہ، این ایس ایس رضا کاروں اور این سی سی کیڈٹس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ترنگا محض ایک قومی پرچم نہیں بلکہ یہ ملک کی آزادی، اتحاد، سالمیت، وقار اور ان گنت قربانیوں کی علامت ہے۔'ہر گھر ترنگا' جیسی مہمات کا مقصد صرف گھروں پر قومی پرچم لہرانا نہیں بلکہ نئی نسل میں وطن سے محبت، قومی یکجہتی اور اپنے فرائض کے تئیں احساسِ ذمہ داری پیدا کرنا بھی ہے۔ نوجوان ملک کا مستقبل ہیں اور ان کے اندر قومی شعور اور سماجی ذمہ داری کا جذبہ جتنا مضبوط ہوگا، ملک اتنا ہی مستحکم ہوگا۔انھوں نے طلبہ، این ایس ایس رضا کاروں اور کیڈٹس سے اپیل کی کہ وہ 'ہر گھر ترنگا' کے پیغام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں اور عوام کو قومی پرچم کے احترام، قومی اتحاد اور ملک کی ترقی میں اپنے کردار کے تئیں بیدار کریں۔انھوں نے کہا کہ طلبہ محض تعلیمی اداروں کے نمائندے نہیں بلکہ معاشرے میں مثبت تبدیلی کے سفیر بھی ہیں اس لیے انہیں اپنی توانائی اور صلاحیتوں کو ملک وقوم کی خدمت کے لیے بروئے کار لانا چاہیے۔اس کے بعد طلبہ، اساتذہ، این ایس ایس رضا کاروں، این سی سی کیڈٹس اور انتظامی عملے کے افراد نے ہاتھوں میں ترنگا تھام کر 'ہر گھر ترنگا' یاترا میں شرکت کی۔شرکاء نے حب الوطنی سے سرشار نعروں کے ذریعے طلبہ اور عوام کو بیدار کیا اور انہیں اپنے گھروں پر ترنگا لہرانے کے ساتھ ساتھ ملک کی اتحاد و سالمیت کے تحفظ کے عزم کا پیغام دیا۔'ہر گھر ترنگا یاترا' کا آغاز لینگویج یونیورسٹی کی انتظامی عمارت سے ہوا۔ یونیورسٹی کے طلبہ، اساتذہ، این سی سی کیڈٹس، این ایس ایس رضا کار اور انتظامی عملہ اجتماعی طور پر یونیورسٹی کے ٹھیکیو گیٹ تک گئے جہاں یاترا نے منظم اور پرجوش انداز میں عوام کی توجہ حاصل کی۔اس کے بعد این ایس ایس کے رضا کار اپنے افسران کی قیادت میں یونیورسٹی کے گود لیے گئے گاؤں اور اطراف کے دیہات میں پہنچے اور 'ہر گھر ترنگا' کا پیغام عام کیا۔رضا کاروں نے دیہی عوام کو قومی پرچم کی اہمیت، اس کے احترام اور قومی یکجہتی کے جذبے سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں اس مہم سے وابستہ ہونے کی ترغیب دی۔یاترا کے دوران پورا ماحول حب الوطنی اور قومی فخر کے جذبے سے سرشار رہا۔طلبہ اور کیڈٹس کے نعروں اور ہاتھوں میں لہراتے ترنگے نے یاترا کو نہ صرف پرجوش بنایا بلکہ عوام میں بھی قومی پرچم اور ملک کے تئیں احترام و وابستگی کے جذبات کو اجاگر کیا۔اس موقع پر این سی سی اے این او ڈاکٹر لیفٹیننٹ بشرا الویرا اور این ایس ایس کو آرڈینیٹر ڈاکٹر نلنی مشرا کے ساتھ این ایس ایس پروگرام آفیسرس، اساتذہ، افسران اور ملازمین موجود رہے۔

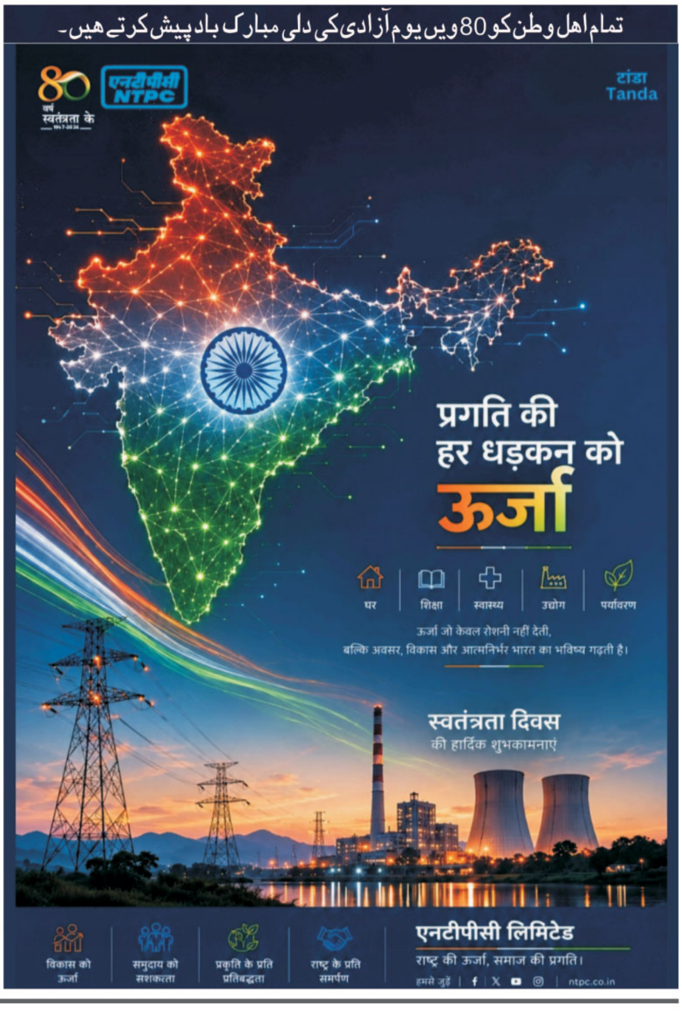

ہندوستان: تاریخ، قربانیاں اور ہماری ذمہ داریاں

سید کرامت حسین شعور جعفری

15 اگست صرف ایک تاریخ نہیں، بلکہ ہندوستان کی ایک طویل، پیچیدہ اور قربانیوں سے بھری تاریخ کی یاد ہے؛ یہ وہ دن ہے جب تقریباً دو صدی کے کی غلامی کے بعد ہندوستان نے آزادی کی صبح دیکھی اور اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کا حق حاصل کیا۔

ہندوستان کی تاریخ کسی ایک قوم، زبان یا مذہب کی تاریخ نہیں؛ یہ صدیوں سے یہاں بسنے والی مختلف قوموں، تہذیبوں، زبانوں اور مذاہب کے باہمی میل جول سے بننے والی ایک عظیم مشترکہ تاریخ ہے۔ یہاں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، بدھ، جین اور پارسی صدیوں سے ایک دوسرے کے ساتھ رہتے، تجارت کرتے، علم حاصل کرتے، تہذیبیں بناتے اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے آئے ہیں؛ اسی میل جول نے ہندوستانی تہذیب کو اس کی وسعت اور رنگارنگی عطا کی۔

ہندوستان کی تاریخ کو صرف اچھے اور برے حکمرانوں کی فہرست بنا دینا درست نہیں۔ مغل دور کے تمام حکمران ایک جیسے نہیں تھے، اسی طرح یہ کہنا بھی درست نہیں کہ مغل سب کے سب ظالم تھے اور ہندو راجے سب کے سب رحم دل اور اچھے تھے۔ تاریخ میں ہر دور میں اچھے اور برے، انصاف پسند اور ظالم، دونوں طرح کے حکمران گزرے ہیں۔ کسی ایک حکمران کے عمل کو پوری قوم یا پورے مذہب سے جوڑ دینا تاریخ نہیں بلکہ تعصب ہے۔ ہمیں تاریخ کو جذبات سے نہیں، انصاف اور حقیقت کی نظر سے دیکھنا چاہیے؛ کیونکہ کسی فرد کے عمل کا فیصلہ پوری قوم یا پوری نسل کے بارے میں نہیں کیا جا سکتا۔

پھر وہ دور آیا جب انگریز تجارت کے بہانے ہندوستان آئے اور آہستہ آہستہ یہاں کی سیاست، معیشت اور اقتدار پر قابض ہوتے گئے۔ پلاسی اور بکسر کی جنگوں کے بعد ان کی طاقت بڑھتی چلی گئی، ایک ایک کر کے ہندوستانی ریاستیں ان کے قبضے میں آتی گئیں، مقامی صنعتیں اور تجارت تباہ ہونے لگیں اور ہندوستان کی دولت باہر جانے لگی۔ انگریزوں نے صرف معاشی لوٹ مار ہی نہیں کی بلکہ اپنے اقتدار کو مضبوط رکھنے کے لیے پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی پالیسی بھی اپنائی؛ مذہب، زبان، ذات اور علاقے کے اختلافات کو ہوا دے کر ہندوستانیوں کو ایک دوسرے سے دور کیا۔ ظلم، جبر، ناانصافی اور تفرقہ بازی کے اس دور نے ہندوستانی عوام کو سیاسی غلامی کے ساتھ معاشی اور سماجی مشکلات میں بھی مبتلا کر دیا۔

1857 کی جنگِ آزادی نے انگریزی غلامی کے خلاف ہندوستانی مزاحمت کو ایک فیصلہ کن موڑ دیا۔ بہادر شاہ ظفر، رانی لکشمی بائی، نانا صاحب، تانتیا ٹوپے اور بیگم حضرت محل جیسے ہندو مسلم رہنماؤں نے مل کر انگریز اقتدار کے خلاف جدوجہد کی۔ اس جنگ کو کچلنے کے لیے انگریزوں نے انتہائی سختی اور بربریت کا مظاہرہ کیا؛ گرفتار لوگوں کو پھانسیاں دی گئیں، بستیاں اجاڑی گئیں، املاک ضبط کی گئیں اور مزاحمت کرنے والوں کو بے رحمی سے سزائیں دی گئیں۔ 1857 کے بعد بھی آزادی کی جدوجہد جاری رہی اور مولانا ابوالکلام آزاد، خان عبدالغفار خان، اشفاق اللہ خان، محمد علی جوہر، شوکت علی، حسرت موہانی، بھگت سنگھ، چندر شیکھر آزاد، رام پرساد بسمل، بال گنگا دھر تلک، لالہ لاجپت رائے اور بے شمار ہندو مسلم مجاہدین نے اپنے اپنے انداز میں آزادی کی تحریک کو آگے بڑھایا۔ کسی نے قلم اٹھایا، کسی نے احتجاج کیا، کسی نے جیل کاٹی اور کسی نے اپنی جان قربان کر دی؛ یوں ہندوستان کی آزادی کسی ایک مذہب یا قوم کی قربانی کا نتیجہ نہیں بلکہ ہندو، مسلمان، سکھ اور دیگر ہندوستانیوں کی مشترکہ جدوجہد اور قربانیوں کا ثمر تھی۔

15 اگست 1947 کو ہندوستان آزاد ہوا، مگر اس آزادی کی صبح اپنے دامن میں ایک ایسا درد بھی لے کر آئی جسے ہندوستان کی تاریخ کبھی بھلا نہیں سکتی۔ صدیوں سے ایک ساتھ رہنے والے لوگ اچانک ایک لکیر کے دو طرف کھڑے ہو گئے؛ جن گلیوں میں کبھی ایک دوسرے کے ساتھ عید اور دیوالی کی خوشیاں منائی جاتی تھیں، وہاں خوف کے سائے اتر آئے، اور جن گھروں کے دروازے ایک دوسرے کے لیے ہمیشہ کھلے رہتے تھے، وہی دروازے ایک دن جدائی اور ہجرت کی داستان بن گئے۔

انگریزوں کی برسوں کی تفرقہ انگیز سیاست نے مذہب اور برادری کے اختلافات کو اس حد تک بڑھا دیا کہ ہندوستانی معاشرہ باہمی اعتماد کھونے لگا۔ آخر کار ملک کی تقسیم کا فیصلہ ہوا اور ایک ایسا خط کھینچ دیا گیا جس نے صرف زمین نہیں بانٹی بلکہ دل، گھر، خاندان، یادیں اور صدیوں پرانے رشتے بھی بانٹ دیے۔

تقسیم کے وقت لاکھوں لوگ اپنے آبائی گھروں کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ کسی نے سوچا تھا کہ چند دن کے لیے جا رہے ہیں، کسی نے اپنے گھر کی چابی پڑوسی کے حوالے کی کہ واپس آ کر لے لیں گے، کسی ماں نے اپنے بچے کو سینے سے لگا کر سفر شروع کیا، کسی باپ نے اپنے خاندان کو محفوظ مقام تک پہنچانے کے لیے سب کچھ چھوڑ دیا؛ مگر بہت سے لوگ کبھی واپس نہ آ سکے۔

ریل گاڑیاں جو کبھی مسافروں کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جاتی تھیں، اس دور میں ہجرت اور موت کی علامت بن گئیں۔ راستے میں قافلے لٹے، گھر جلائے گئے، بازار اجڑے، خاندان بچھڑ گئے اور بے شمار بے گناہ انسان صرف اس لیے مارے گئے کہ وہ دوسرے مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ بہت سے بچے اپنے والدین سے جدا ہوئے، بہت سی ماؤں نے اپنے بیٹے کھوئے، بہت سی عورتوں نے اپنے شوہر اور بھائی گنوائے، اور ہزاروں خاندان ایسے تھے جن کی زندگی میں ایک ہی دن میں سب کچھ بدل گیا۔

سب سے بڑا المیہ یہ تھا کہ جن لوگوں نے صدیوں ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزاری تھی، وہ اچانک ایک دوسرے سے خوف زدہ ہو گئے۔ کل تک جو پڑوسی ایک دوسرے کے گھروں کی حفاظت کرتے تھے، آج حالات نے انہیں ایک دوسرے سے بچنے پر مجبور کر دیا۔ جن ہاتھوں نے کبھی ایک دوسرے کے بچوں کو گود میں اٹھایا تھا، وہی ہاتھ نفرت کی آگ میں زخمی ہو گئے۔

تقسیم نے صرف زمین نہیں چھینی؛ اس نے لوگوں سے ان کے گھر، کھیت، دکانیں، محلے، قبرستان، عبادت گاہیں، بچپن کی یادیں اور اپنے بزرگوں کی نشانیاں چھین لیں۔ بہت سے لوگ نئے ملک میں پہنچ تو گئے، مگر ان کے دل وہیں رہ گئے جہاں ان کے آباؤ اجداد دفن تھے۔

سوچیے، اس شخص کے دل پر کیا گزری ہوگی جو اپنا وہ گھر چھوڑ رہا تھا جس میں اس کی کئی نسلیں پلی تھیں؛ اس ماں کا کیا حال ہوا ہوگا جس نے اپنے بچے کو ہجوم میں کھو دیا؛ اس بوڑھے باپ نے کیا محسوس کیا ہوگا جس کے بیٹے کی کوئی خبر نہ ملی؛ اور اس بچے نے کیا سمجھا ہوگا جس نے ایک دن میں اپنا گھر، اپنے دوست، اپنا محلہ اور اپنے والدین میں سے کسی ایک کو کھو دیا؟

یہ صرف تاریخ کی چند سطریں نہیں، یہ کروڑوں انسانوں کے آنسوؤں، آہوں اور بچھڑنے کی داستان ہے۔ تقسیم کا درد ان لوگوں نے صرف سہا نہیں، اسے اپنی پوری زندگی کے ساتھ اٹھایا۔ بہت سے لوگ نئے گھروں میں آباد ہو گئے، مگر پرانا گھر ان کے خوابوں میں آتا رہا؛ بہت سے لوگ نئی سرزمین پر کامیاب ہوئے، مگر اپنے بچپن کی گلیوں کو آخری سانس تک یاد کرتے رہے۔

آزادی یقیناً ایک عظیم نعمت تھی، مگر اس آزادی کے ساتھ تقسیم کا جو زخم ملا، وہ آج بھی ہماری تاریخ کے صفحات پر تازہ ہے۔ ہمیں اس درد کو کسی قوم کے خلاف نفرت پیدا کرنے کے لیے نہیں بلکہ نفرت کے انجام کو سمجھنے کے لیے یاد رکھنا چاہیے۔

تاریخ ہمیں یہی سبق دیتی ہے کہ مذہب انسان کی شناخت ہو سکتا ہے، مگر انسانیت اس سے کہیں بڑی قدر ہے؛ سرحدیں زمین کو تقسیم کر سکتی ہیں، دلوں کو نہیں۔ اس لیے آج ہماری سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اپنے اختلافات کو دشمنی نہ بننے دیں، کسی بے گناہ کو اس کے مذہب کی وجہ سے نفرت کا نشانہ نہ بنائیں اور آنے والی نسلوں کو ایسا ہندوستان دیں جہاں کسی ماں کو اپنے بچے کے مذہب کی وجہ سے خوف نہ ہو، کسی بچے کو اپنے پڑوسی سے ڈر نہ لگے اور کسی انسان کو صرف اپنی شناخت کی وجہ سے اپنا گھر چھوڑنے پر مجبور نہ ہونا پڑے۔

آزاد ہندوستان نے اس خونریز ماضی کے بعد ایک ایسا آئین اختیار کیا جس نے ہر شہری کو برابری، آزادی اور مذہبی عقیدے کے احترام کا حق دیا؛ مختلف زبانوں، مذاہب، علاقوں اور ثقافتوں کو ایک ہی ہندوستانی شناخت کے اندر جگہ دینا اس ملک کی سب سے بڑی طاقت بن گیا۔ وقت کے ساتھ ہندوستان نے زراعت، صنعت، تعلیم، سائنس، ٹیکنالوجی، طب، خلائی تحقیق، انفراسٹرکچر اور جمہوری اداروں میں نمایاں ترقی کی، اور آج ہندوستان دنیا کی بڑی معیشتوں میں شمار ہوتا ہے۔

ہمیں اپنے ہندوستان سے محبت صرف اس لیے نہیں کرنی چاہیے کہ یہ ہماری سرزمین ہے، بلکہ اس لیے بھی کہ اس کی مٹی میں ہماری نسلوں کی محنت، ہمارے بزرگوں کی یادیں، ہمارے شہیدوں کا خون اور ہماری مشترکہ تہذیب کی خوشبو شامل ہے؛ وطن سے محبت کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ ہم اس کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کریں، نہ کہ اسے نفرت، تعصب اور تقسیم کے حوالے کر دیں۔

آج کا ہندوستان ہمارے سامنے ترقی کے بڑے امکانات بھی رکھتا ہے اور کچھ بڑے چیلنجز بھی؛ غربت، بے روزگاری، جہالت، فرقہ واریت، ذات پات، نفرت انگیزی اور سماجی عدم مساوات جیسے مسائل کسی ایک مذہب کے نہیں بلکہ پورے ہندوستان کے مسائل ہیں، اس لیے ان کا مقابلہ بھی ہم سب کو مل کر کرنا ہوگا۔

ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے دوسرے کے مذہب کا احترام کریں، اختلاف کو دشمنی نہ بنائیں، سوشل میڈیا کی ہر بات کو حقیقت نہ سمجھیں، افواہوں کو پھیلانے کے بجائے تحقیق کریں، قانون کا احترام کریں اور اپنے بچوں کو ایسی تعلیم دیں جو انہیں صرف روزگار کے قابل نہ بنائے بلکہ اچھا انسان اور ذمہ دار شہری بھی بنائے۔

15 اگست ہمیں صرف آزادی کا جشن منانے نہیں بلکہ یہ عہد کرنے کا موقع بھی دیتا ہے کہ ہم ہندوستان کو نفرت سے نہیں محبت سے، تعصب سے نہیں انصاف سے، انتشار سے نہیں اتحاد سے اور ماضی کے زخموں کو کریدنے سے نہیں مستقبل سنوارنے سے مضبوط کریں گے؛ کیونکہ ہندوستان کی اصل طاقت اس کی زمین، عمارتوں یا دولت میں نہیں بلکہ اس کے کروڑوں لوگوں کے باہمی اعتماد، بھائی چارے اور مشترکہ ہندوستانی شناخت میں ہے۔

آزادی کی حفاظت صرف سرحدوں پر کھڑے سپاہی نہیں کرتے؛ ایک استاد اپنے شاگرد کو علم دے کر، ایک ڈاکٹر مریض کی خدمت کر کے، ایک کسان زمین سے اناج اگا کر، ایک مزدور اپنی محنت سے، ایک طالب علم ایمانداری سے تعلیم حاصل کر کے اور ایک عام شہری قانون، سچائی اور انسانیت کا ساتھ دے کر بھی آزادی کی حفاظت کرتا ہے۔

آئیے اس 15 اگست پر ہم تاریخ سے نفرت نہیں، سبق لیں؛ قربانیوں کو بھولیں نہیں، ان کا احترام کریں؛ اختلافات کو دشمنی نہ بننے دیں اور اپنے آنے والے بچوں کے لیے ایسا ہندوستان چھوڑیں جہاں ہر شہری خود کو محفوظ، باعزت اور برابر کا انسان سمجھے۔ یہی آزادی کا حقیقی احترام، شہیدوں کی حقیقی یاد اور ہندوستان سے سچی محبت ہے۔

تحریکِ آزادیِ ہند اور اردو صحافت

ڈاکٹر عبدالرزاق زیادی

ہندوستان ایک آزاد ملک ہے۔ اس کے ہر باشندے کو یہ آئینی حق حاصل ہے کہ وہ خود کو آزاد سمجھیں اور آزادانہ طور پر یہاں کے دستور کے مطابق زندگی گزاریں۔ ہمیں یہ آزادی 15/اگست 1947 کو حاصل ہوئی تھی۔ اس سے قبل ہمارا ملک نہ صرف غلام اور محکوم تھا بلکہ ہمیں اپنے طور پر زندگی گزارنے کا حق بھی نہیں حاصل تھا۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ ملک موروثی طور پر ہمیشہ سے ہی غلام تھا اور یہاں کے باشندے محکوم اور غلام پیدا ہوتے تھے۔ اس کے برعکس ملک ہندوستان دنیا کے آزاد اور خود مختار ملکوں میں سے ایک تھا۔ اسی سرزمین پر خود مسلمان سلاطین نے کم و بیش آٹھ سو سال تک حکومتیں کیں۔ ابھی مسلمانوں کی حکومت چلی ہی آ رہی تھی کہ پندرہویں صدی کا آخری دن یعنی 31/دسمبر 1500 ہندوستان کی تاریخ میں ایک منحوس دن ثابت ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسی دن ملکہ الزبیتھ اول نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو بشمول ہندوستان تمام مشرقی ممالک میں تجارت کا اجازت نامہ تفویض کیا۔ اسی پروانۂ اجازت کو لے کر انگریز ہندوستان میں داخل ہو گئے اور پھر آہستہ آہستہ اس پر قابض ہوتے چلے گئے۔ آزاد بھارت پر گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ انگریز ہندوستان پر کس طرح اپنا تسلط جمانے میں کامیاب ہوئے؟ گرچہ اس سوال کا جواب تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے مگر پھر بھی 22/جولائی 1853 کو "نیویارک ٹریبیون" کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کارل مارکس نے جو جملہ کہا تھا، اس کی معنویت تب بھی بڑی اہم تھی اور آج یہ ہمیں کئی حیثیتوں سے غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ وہ جملہ ملاحظہ ہو:

"مغل اعظم کی عظیم الشان طاقت کو مغل صوبے داروں نے پاش پاش کیا۔ صوبے داروں کی قوت کو مرہٹوں نے ٹھکانے لگایا اور مرہٹوں کا افغانوں نے خاتمہ کیا اور عین اس وقت جب کہ یہ طاقتیں ایک دوسرے سے دست و گریباں تھیں برطانوی باشندوں نے جھپٹ کر سب کو اپنا مطیع بنا لیا۔" 1۔

اس طرح انگریزوں نے مغل حکمرانوں کے ہاتھوں ہندوستان کو اپنے قبضے میں لے لیا مگر یہاں تک پہنچنے میں انھیں کم و بیش ڈیڑھ سو سال کا عرصہ لگ گیا۔ پہلے پہل انگریز ہندوستان آتے گئے اور یہیں بود و باش اختیار کرتے گئے۔ پھر آہستہ آہستہ انھوں نے یہاں کے معاملات میں دخل اندازی شروع کر دی۔ ان کا یہ سلسلہ ایک عرصے تک جاری رہا مگر یہ دخل اندازی تب ریشہ دوانی اور ظلم و زیادتی میں تبدیل ہو گئی جب مغل حکمران اورنگ زیب کی 1707ء میں وفات ہو گئی۔ اور پھر یہ ظلم و زیادتی اس وقت ہندوستانیوں پر قہر بن کے ٹوٹی جب 1857 کی بغاوت یا پہلی جنگ آزادی سامنے آئی۔ گویا اس بغاوت کے بعد تو انگریزوں کے کان ہی کھڑے ہو گئے اور انھوں نے ہندوستانیوں کو ایذا رسانی اور ظلم و زیادتی ہی پر بس نہیں کیا بلکہ پورے ملک کو انتقامی آگ میں جھونک دیا۔ انگریزوں کے اس ظلم و استبداد سے ہندوستانی باشندوں کو بے انتہا پریشانیوں اور جانی و مالی نقصانات کا سامنا رہا بلکہ بقول شخصے بڑی بربریت کے ساتھ ہندوستانیوں کو سزائیں دی گئیں، جس میں ہزاروں بے گناہ اس بربریت کا شکار ہوئے، کتنوں کو پیڑوں پر لٹکا دیا گیا، کتنوں کی گردنیں اڑا دی گئیں، نہ جانے کتنے بے گناہوں کو توپ کے دہانے پر باندھ کر ان کے پرخچے اڑا دیے گئے۔ 2۔

انگریزوں کے اس ظلم و جبر اور بربرتا سے جہاں ہندوستانیوں کے بہت سی جانی و مالی نقصانات ہوئے اور ان کی صنعت و حرفت اور معاش و معیشت تباہ و برباد ہو کر رہ گئی وہیں اس بغاوت کے بعد ہندوستانیوں سے وہ عہدے اور مناصب بھی چھین لیے گئے جو ان کے پاس تھے۔ ستم ظریفی کی انتہا تو تب ہوئی جب انھوں نے ان تمام بڑے عہدوں پر اپنے ہم وطنوں کو فائز کر دیا۔ اس نسلی تعصب و تنگ نظری کے ساتھ ساتھ بغاوت کے بعد عدل و انصاف کی جگہ ہر طرف بدامنی و ناانصافی، انتشار و خلفشار اور طوائف الملوکی نے جگہ لے لی۔ اور پھر انقلاب 1857 کے ساتھ شروع ہونے والے انگریزوں کے یہ مظالم تب تک جاری و ساری رہے جب تک کہ ہندوستانیوں نے انھیں دیش نکالا نہ دے دیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ غلام بھارت کو انگریزوں کے چنگل سے چھڑانے کے لیے یہاں کے باشندوں نے ایسی ایسی قربانیاں پیش کی تھیں جن کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔ حصول آزادی کے لیے ہمارے بزرگوں بالخصوص علماء کرام نے نہ صرف کوششیں کیں بلکہ بہت سی جنگیں بھی لڑیں اور ان میں اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کی قربانیاں بھی پیش کیں۔ انگریز مورخ مسٹر تھامسن کی ایک یادداشت کے مطابق '1846 سے 1867 تک صرف تین سالوں میں انگریزوں نے چودہ ہزار علماء کرام کو پھانسی کے تختے پر لٹکایا اور دلی کی چاندنی چوک سے لے کر خیبر تک کوئی درخت ایسا نہ تھا جس پر علماء کی گردنیں نہ لٹکی ہوں۔' 3۔ لیکن اس خونی جنگ اور ظلم و استبداد کے باوجود بھی یہاں کے باشندے پیچھے نہیں ہٹے بلکہ ہر ایک نے آگے بڑھ کر انگریزوں کا لوہا لیا اور اس کے لیے انھوں اپنی جان تک کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ قومی جذبے سے سرشار اس جنگ میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی ہر طبقے کے افراد شامل تھے اور ان شامل ہونے والوں میں جس طرح بچے بوڑھے اور مرد و عورت ہر طرح کے لوگ موجود تھے اسی طرح اس میں رہنما و قائدین اور ادبا و شعرا کے ساتھ ساتھ اردو کے انشاء پرداز و صحافی بھی شامل تھے اور انھوں نے بھی جنگ آزادی میں اپنا خون بہایا تھا۔ لیکن باوجود اس کے آج ان صحافیوں کو تحریک آزادی ہند کے باب میں وہ جگہ نہیں دی جاتی جو ایک قومی رہنما یا ادیب و شاعر یا پھر دیگر زبانوں کے صحافیوں کی شایانِ شان سمجھا جاتا ہے۔

حالانکہ اگر بغور دیکھا جائے تو اردو صحافت کا کردار تحریک آزادی ہند کی تاریخ میں حد درجہ مؤثر اور بے باکانہ تھا۔ اردو صحافت کے حوالے سے گورنر لارڈ کیننگ نے یہ قول کس قدر اہم ہے کہ 'دیسی اخباروں نے خبریں شائع کرنے کی آڑ میں ہندوستانی باشندوں کے دلوں میں بغاوت کے جذبات پیدا کر دیے ہیں۔ یہ کام بڑی مستعدی، چالاکی اور عیاری کے ساتھ انجام دیا گیا۔' 4۔ گرچہ اردو زبان میں صحافت کا آغاز 1822ء میں "جام جہاں نما" اخبار کے ذریعے ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی بے باکی اور جرأت کا ایسا پرچم بلند کیا کہ انگریزوں کو اپنے اقتدار کی بنادیں لرزتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ وہ اخبارات جنھوں نے ہندوستانی باشندوں کے دلوں میں جذبہ حب الوطنی پیدا کرنے میں اہم رول ادا کیا ان کی ایک لمبی فہرست ہے جنھیں آپ معروف صحافتی تاریخ نویس امداد صابری کی کتاب "تاریخ صحافت اردو" میں دیکھ سکتے ہیں اور ان کی خدمات کا اندزہ بھی لگا سکتے ہیں لیکن ان تمام میں کچھ ایسے نام بھی شامل ہیں جن کا تذکرہ تحریک آزادی ہند کے باب میں ناگزیر ہو جاتا ہے۔ ان میں دہلی اردو اخبار (مولوی محمد باقر)، مراۃ الاخبار (راجہ رام موہن رائے)، صادق الاخبار (مولوی جمیل الدین)، گلشن نو بہار (عبدالقادر)، خیر خدا خلق (ایودھیا پرساد)، جلوۂ طور (سید ظہیر الدین)، آگرہ (خواجہ یوسف علی)، منشور محمدی (محمد شریف) اردوئے معلّٰی (حسرت موہانی)، پیسہ اخبار (منشی محبوب عالم)، ہمدرد (محمد علی جوہر و شوکت علی)، زمیندار (ظفر علی خاں) البلاغ والہلال (مولانا ابوالکلام آزاد) اور سیاست (سید حبیب) وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے نکلنے والے ان اخبارات نے نہ صرف برطانوی سامراج کے خلاف علم بغاوت بلند کی بلکہ ہندوستانی عوام کے دلوں میں حکومت کا خوف دور کر کے انھیں خود اعتماد اور خود شناسا بھی بنا دیا۔

'دہلی اردو اخبار' مولوی محمد حسین آزاد کے والد مولوی محمد باقر کی ادارت میں نکلتا تھا۔ یہ اخبار 1857 سے پہلے نکلنے والے تمام اخبارات میں سب سے اہم، باشرا اور بے باک ہوا کرتا تھا۔ اس میں اس عہد کی سماجی، عدالتی، تجارتی اور ریاستی خبروں کے علاوہ انگریزوں کی نااہلی و اقربا پروری پر بھی کھل کر لکھا جاتا تھا۔ نیز اس سے مولوی محمد باقر اپنے ہم وطنوں کو جنگ آزادی کے لیے ذہنی طور پر تیار بھی کرتے تھے۔ اس میں وہ ولولہ انگیز تقریریں بھی شائع ہوتی تھیں جو مجاہدین آزادی کے حوصلوں کو مہمیز کیا کرتے تھیں۔ بطور مثال ذیل کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"یہ معارکہ تمہارا ابھی تواریخوں میں یادگار رہے گا کہ کس بہادری اور جواں مردی سے تم نے ایسی اولوالعزم اور متکبر سلطنت کے کبر و غرور کو توڑا ہے اور ان کی نخوت فرعونی اور غرور شدادی کو یکسر خاک میں ملا دیا ہے اور ہندوستان کی سلطنت کو جس پر بڑے بڑے بادشاہوں کا دانت تھا اور ان سے (انگریزوں سے) نہ لے سکتے تھے تم نے ان کے قبضۂ اقتدار سے نکال اور رعائے ہندوستان کو کہ بلائے ناگہانی میں آ گئی تھی اس مصیبت سے نجات دی۔" 5۔

گویا 'دہلی اردو اخبار' نے نہ صرف عوام کے دلوں میں جذبۂ حب الوطنی پیدا کی بلکہ 1857 کی پہلی جنگ آزادی کے لیے فضا تیار کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ اور پھر جب انقلاب ہوا اور اس کی رپورٹنگ محمد حسین آزاد نے کی اور اس میں اس عہد کے واقعات کو صحیح تناظر میں پیش کیا تو اس کے پاداش میں انگریزوں نے نہ صرف اخبار کو بند کر دیا بلکہ مولوی محمد باقر کو ہی شہید کر ڈالا۔ بقول امداد صابری کہ 'دہلی میں جب تک جنگ جاری رہی اس وقت تک دہلی اردو اخبار نے نہ صرف اپنے صفحات آزادی کو کامیاب کرنے کے لیے وقف کر رکھے تھے۔ بلکہ اس کے بانی مولوی محمد باقر نے قلم کی جنگ کے علاوہ تلوار سے بھی انگریزوں سے جنگ لڑی اور جس وقت جنگ ناکام ہوئی اور انگریز دہلی پر قابض ہو گئے تو اخبار بند ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا محمد باقر انگریزوں کی گولی کا نشانہ بنے اور جام شہادت نوش کیا۔' 6۔

اس طرح مولوی محمد باقر اور ان کے اخبار نے ملک و قوم کی آزادی کے لیے خود کو قربان کر دیا۔ لیکن ان کی اس شہادت کے ساتھ ہی تحریک آزادی کی یہ چنگاری شعلہ بن کر بھڑکی اور تب تک جواں رہی جب تک کہ انگریزوں کو خاکستر نہ کر دیا۔ 'دہلی اردو اخبار' کے بعد جن اخبارات نے اس تحریک کو آگے بڑھانے میں سب سے نمایاں کردار ادا کیا ان میں 'صادق الاخبار' بڑا اہم تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس اخبار نے نہ صرف آزادی کی حمایت کی بلکہ انگریزوں کے قتل کی تلقین بھی کی۔ اس اخبار کی شہرت کی ایک وجہ اس کا 1857 کی جنگ کے حوالے سے انقلاب کے قائد بہادر شاہ ظفر پر انگریزوں کی طرف سے قائم کیے گئے مقدمے میں زیر بحث آنا بھی تھا۔ اخبار 'پیام آزادی' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ اس نے تحریک آزادی میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک پرچم تلے جمع کرنے اور ان میں جذبۂ آزادی کی ایک نئی روح پھونکنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس سے انگریز تلملا اٹھے تھے۔ مگر آگے چل کر نہ صرف اس اخبار کو بھی بند کر دیا گیا بلکہ ایڈیٹر کو بھی پھانسی دے دی گئی۔ سر ہینری کاٹن کے حوالے سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب India and Home Memories میں لکھا ہے کہ انگریزوں نے جب واپس دہلی پر قبضہ پایا تو انھوں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان تمام لوگوں کو پھانسی پر لٹکا دیا جن کے گھروں سے "پیام آزادی" کا ایک شمارہ بھی برآمد ہوا تھا۔ اس سے بھی دردناک بات یہ تھی کہ "پیام آزادی" کے ایڈیٹر مرزا بیدار بخت کے جسم پر سور کی چربی مل کر انھیں پھانسی دے دی گئی۔

اس طرح انقلاب 1857 کے بعد انگریزوں نے پریشان ہو کر Gagging Act کے تحت اس عہد میں شائع ہونے والے تمام تر اخبارات کو نہ صرف بند کر دیا بلکہ ان کے مدیران کو بھی کسی نہ کسی بہانے سے نیست و برباد کر دیا۔ اگرچہ اس کی وجہ سے اردو صحافت کا لہجہ نرم پڑ گیا مگر چونکہ جدوجہد آزادی جاری تھی اس لیے جوں جوں انگریزوں کے ظلم و استبداد بڑھے ملکی مسائل کے خلاف آوازیں بھی بلند ہونے لگیں اور پھر 'تاریخ بغاوت ہند' (مکند لال) اور 'اودھ پنچ' (منشی سجاد حسین) کے علاوہ کئی اخبارات نئے سرے سے نکلنے لگے۔ ان اخبارات نے بھی 'دہلی اردو اخبار' اور 'پیام آزادی' کا کام کیا۔ انھوں نے نہ صرف آزادیٔ ہند کی فضا تیار کی بلکہ ہندوستانیوں کی سماجی، تعلیمی، سیاسی اور معاشرتی ہر سطح پر ذہن سازی بھی کی اور انھیں بیسویں صدی تک پہنچتے پہنچتے ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ انگریزوں کے سامنے لا کھڑا کیا۔ بلکہ بقول پروفیسر شاہد حسین کہ:

"بیسویں صدی ہندوستان میں انقلاب لے کر آئی۔ کانگریس کے قیام اور اس دور کی علمی سرگرمیوں کی وجہ سے لوگوں میں سیاسی بیداری پیدا ہونی شروع ہو گئی۔ تقسیم بنگال، کانپور کی مسجد اور چوری چورا کے واقعات، جلیان والا باغ کی خوں ریزی، سوراج اور ترک موالات کی تحریکات، پھر عالمی سطح پر ایشیا و افریقہ کے ملکوں کا مغربی ملکوں کے ذریعے تخت و تاراج، ترکی سلطنت کی تباہی کا آغاز اور پہلی جنگ عظیم کی وجہ سے لوگ زیادہ باخبر رہنے کی طرف راغب ہوئے اور ان کے اندر ملکی و غیر ملکی حالات سے واقف رہنے کی تڑپ بڑھی اور اخبار بینی میں اضافہ ہوا۔ لہٰذا بہت سے نئے اخبارات نکلنے لگے اور خاص بات یہ ہوئی کہ انگریزوں کے خوشامدی اخبارات دب گئے اور اردو صحافت شمشیر برہنہ ہو کر انگریزوں کے سامنے آ گئی۔" 7۔

گویا کہ بیسویں صدی کے آغاز سے ہی پھر سے بہت سے اخبارات نکلنے شروع ہو گئے اور اردو صحافت کے ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا۔ انھیں اخبارات میں سے ایک 1903 میں علی گڑھ سے نکلنے والا مولانا حسرت موہانی کا 'اردوئے معلّٰی' بھی تھا۔ گرچہ یہ ایک ماہنامہ رسالہ تھا اور اس کے مضامین ادبی ہوا کرتے تھے مگر اس میں کچھ ایسی تحریریں بھی شامل ہوا کرتی تھیں جن میں ہندوستانی باشندوں کے احساسات و جذبات بالخصوص سیاسی خیالات کی ترجمانی ہوا کرتی تھی۔ اس لیے اس رسالے نے بھی عوام کے دلوں میں تحریک آزادی کا جوش پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ مولانا حسرت موہانی نے اپنے پہلے ہی شمارے کے ساتھ مکمل آزادی کا مطالبہ کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آگے چل کر اس رسالے نے نہ صرف انگریزوں کی نیندیں حرام کر دیں بلکہ اس نے اپنے ہم عصر اردو اخبارات و رسائل و جرائد میں بھی جدوجہد آزادی کا صور پھونکنے کا کام کیا۔ البلاغ، الہلال (مولانا ابو الکلام آزاد)، زمیندار (مولانا ظفر علی خاں) اور ہمدرد (مولانا محمد علی و شوکت علی) اسی سلسلے کے پروردہ اخبارات تھے۔ بعد میں ان اخبارات نے بھی ہندوستان کی آزادی میں غیر معمولی خدمات دیں۔ تحریک آزادی میں 'الہلال' کی اہمیت اور دین کا تذکرہ کرتے ہوئے امداد صابری کہتے ہیں کہ 'اس کے مقاصد میں سیاسی مسائل کا احساس دلانا، حب الوطنی کے جذبے کو ابھارنا اور آزادی حاصل کرنے کے راستوں پر عمل کرنا بھی تھا۔ اس نے مسلمانوں کو کانگریس کی قومی تحریک میں شامل ہو کر حکومت خود اختیاری کے لیے جدوجہد پر آمادہ کیا۔' 8۔ بلاشبہ الہلال والبلاغ، زمیندار اور ہمدرد نے تحریک آزادی ہند میں غیر معمولی خدمات انجام دیں اور عوام کے ذہن کو آزادی حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کی جدوجہد پر آمادہ کیا۔ ان اخبارات کے علاوہ دیانگر نگم کا 'زمانہ'، عبدالمجید سالک اور غلام رسول مہر کا 'انقلاب'، عبدالرزاق ملیح آبادی کا 'الجامعہ' اور 'الہند'، حیات اللہ انصاری کا 'قومی آواز' اسی طرح پٹنہ سے نکلنے والا 'صدائے عام' اور 'ساتھی'، ممبئی سے نکلنے والا 'ہندوستان ڈیلی'، 'انقلاب جدید'، 'قومی جنگ'، 'نیا زمانہ' وغیرہ ایسے اخبارات و رسائل تھے جن کی خدمات جنگ آزادی کی تحریک میں ہمارے لیے سرمایہ افتخار کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کی انھیں خدمات کی بدولت نہ صرف ملک کو آزادی نصیب ہوئی بلکہ آج وہ ہمارے دلوں میں بھی زندہ ہیں مگر باوجود اس کے بقول گربچن چندن کہ 'ہمارے آج کے سیاست داں، مؤرخ اور اسکالر عام طور پر (انھیں) نظر انداز کرتے جا رہے ہیں'۔ 9۔

غرض یہ کہ آج ہم جس آزاد اور خود مختار ملک میں سانس لے رہے ہیں اس کو برسوں انگریزوں کی غلامی سے آزادی دلانے کے لیے یہاں کے باشندوں نے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں اور بڑی محنت و لگن سے اسے حاصل کیا۔ انگریزوں کے ظلم و استبداد سے چھٹکارا دلانے کے لیے جہاں اس ملک کے رؤسا و نوابین، ادبا و شعرا اور لیڈران و دانشوران نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا وہیں اس ملک کے ان افراد نے، جن کے ہاتھ میں قلم تھا، انھوں نے بھی اپنی صحافتی خدمات کے ذریعہ غیر معمولی خدمات انجام دیں۔ تحریک آزادی کے جذبے سے سرشار جن صحافیوں نے کے کارنامے آج ہمارے لیے مشعل راہ ہیں ان میں مولوی محمد باقر، مولانا حسرت موہانی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا ظفر علی خان، مولانا عبدالمجید سالک، عبدالرزاق ملیح آبادی اور حیات اللہ انصاری وغیرہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ تحریکِ آزادیِ ہند کے تعلق سے ان مؤقر صحافیوں کی قابلِ قدر خدمات نہ صرف عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور آئندہ بھی دیکھی جاتی رہیں گی بلکہ اردو صحافت کی تاریخ اور تحریک آزادی ہند کے باب میں ہمیشہ ان کا نام روشن و تابندہ رہے گا۔

☆☆☆

حواشی:

1۔ محمد عتیق صدیقی، Maru and Ergels P.58,on India
2۔ محمد شاہد حسین، اردو صحافت اور تحریکِ آزادی، مشمولہ اردو صحافت ماضی اور حال، خالد محمود، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ص: 114
3۔ ایضاً، ص: 115
4۔ محمد عتیق صدیقی: ہندوستانی اخبار نویسی، ص: 369
5۔ دہلی اردو اخبار، 21/جون 1857، نمبر 24 جلد 19
6۔ امداد صابری، روح صحافت، مطبوعہ 1968، ص: 260-61
7۔ محمد شاہد حسین، اردو صحافت اور تحریک آزادی، مشمولہ اردو صحافت ماضی اور حال، خالد محمود، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ص: 115
8۔ معین الدین عقیل، تحریک آزادی میں اردو کا حصہ، انجمن ترقی اردو، کراچی، ص: 673
9۔ گربچن چندن، اردو صحافت کا زریں دور، نیا دور، اگست ۱۹۹۱ء، ص: 162

09911589715